امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

حیات و خدمات

مفتی احمد نواز قادری عطاری

☆ نام و نسب

- ابتدائی حالات زندگی
- اساتذہ و تلامذہ
- تعریفی کلمات
- فقہی مہارت
- وصال

فون:03024154930

منجانب: الفرید آنلائن اکیڈمی (AL FAREED ONLINE ACADEMY)

سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:

الامام المجتهد حافظ الحدیث قاضی القضاۃ ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم بن حبیب بن سعد (المتوفی 113-182ھ، 731- 798م) کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی زندگی یہیں گزاری۔ ابو یوسف آپ کی کنیت تھی اپنے بیٹے یوسف کی وجہ سے، یہ بھی صاحب علم تھے امام ابو یوسف کے دور میں بغداد کی غربی جانب کے قاضی تھے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ہارون الرشید نے انہیں قضاء پر برقرار رکھا اور قاضی القضاۃ ابو البختری کو بنایا (کما فی البدایہ والنہایہ)۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات میں اتفاق ہے سب نے ایک سو بیاسی ہجری بتائی ہے مگر تاریخ ولادت میں اختلاف ہے علامہ سمعانی وغیرہ نے آپ کی عمر 89 برس بتائی ہے اس کے مطابق تاریخ ولادت 93 ہجری بنتی ہے شیخ الاسلام علامہ زاہد الکوثری نے اسے ترجیح دی ہے جبکہ اکثر تذکرہ نگاروں نے 113 لکھی ہے اس کی وجہ علامہ الکوثری نے یہ بتائی ہے کہ نسخوں میں 93ہی تھا مگر 9 کے عدد کا سر امٹ گیا جس سے یہ ایک معلوم ہونے لگا یعنی 93 سے 13 کی شکل بن گئی چونکہ یہ تو ممکن نہ تھی اس لئے ناقلین نے اس کو 113 سمجھ لیا یہ صرف آپ نے احتمال بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نسب میں بھی دو جگہ اختلاف نظر آتا ہے اسماء الرجال اور دیگر تاریخ کی کتب سے، اول یہ کہ بعض مؤرخین آپ کے جد حبیب کے بعد خنیس کا اضافہ کرتے ہیں جبکہ اکثر نے نہیں کیا جیسا کہ امام ابن حبان نے صحیح ابن حبان میں حافظ ابن کثیر نے البدایہ میں محمد بن خلف وکیع ضبی نے اخبار القضاۃ میں امام ابن قتیبہ نے المعارف میں علامہ صیمری نے اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ میں ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں

خنیس کا ذکر نہیں کیا جبکہ علامہ ابن عبد البر اور امام شمس الدین ذھبی نے یہ اضافہ کیا ہے چناچہ بدایہ میں اس طرح آپ کا نسب مذکور ہے "یعقوب بن ابراھیم بن حبیب بن سعد بن حبتہ "[1]، جب کہ الطبقات الکبریٰ میں اس طرح ہے "یعقوب بن ابراھیم بن حبیب بن سعد بن بجیر بن معاویہ بن قحافہ بن نفیل بن سدوس بن عبد مناف بن ابی اسامہ بن سحمہ بن سعد بن عبد اللہ بن قرادۃ بن ثعلبہ بن معاویہ بن زید بن الغوث بن بجیلہ "[2]، امام شمس الدین ذھبی نے آپ کا نسب نامہ یوں تحریر کیا ہے: "ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم بن حبیب بن خنیس بن سعد بن ب۔جیر بن معاویہ "[3]۔ دوم یہ کہ آپ کے اجداد میں جو حضرت سعد ہیں ان کی والدہ کی نسبت میں، علامہ صیمری، امام شمس الدین ذھبی، ابن ابی العوام اور امام طحاوی نے انہیں خوات بن بجیر الانصاری کی بیٹی کہا، یاد رہے "جبیر" بعض نسخوں میں "بجیر" لکھا ہے جبکہ بعض میں " ب۔جیر" تحریر ہے علامہ کوثری فرماتے ہیں اصل میں جبیر ہی ہے کتابت کی غلطی کی وجہ سے بجیر یا بجیر بنا ہے، یہ جبیر جلیل القدر صحابی رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تھے، علامہ ابن عبد البر اور امام ابن سعد وغیرہ نے بنی عمرو بن عوف میں سے مالک کی طرف منسوب کیا یہ لوگ ابن کلبی کی روایت پر اعتماد کرتے ہیں جو اہل حقیقت کے ہاں معتبر نہیں بلکہ اس میں یحییٰ بن معین کی روایت پر اعتماد کیا جائے گا جو خنیس کا ذکر نہیں کرتے اور حبتہ کی نسبت خوات بن جبیر کی طرف کرتے ہیں نیز یہ بھی کہ یحییٰ بن معین آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں اس لئے وہ زیادہ اچھی طرح اپنے شیخ کو جانتے ہیں۔ لکل رجل مذاھب و فن یسیر علیھا واللہ اعلم حقیقۃ المقال

آپ کے پردادا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا:

---

(39) البدایہ والنہایہ، ج:10، ص:180، مطبعۃ السعادۃ-القاہرۃ

(40) الطبقات الکبریٰ، ج:7، ص:330

(41) مناقب الامام ابی حنیفۃ واصحابہ، ص: 57، معارف نعمانیہ-حیدر آباد، ہند، الطبعۃ الثالثۃ 1408ھ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پر دادا حضرت سعد رضی اللہ عنہ صحابی تھے غزوۂ احد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بار گاہ میں جنگ کے لئے پیش کیا گیا رافع بن خدیج اور ابن عمر کے ساتھ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ ابھی تک چھوٹے تھے اس لئے اجازت نہ ملی غزوۂ خندق میں آپ رضی اللہ عنہ شریک ہوئے بڑی بہادری و دلیری سے لڑے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس طرح جنگ کرتے دیکھا تو اپنی طرف بلایا اور پوچھا تمہارا نام کیا ہے عرض کی سعد بن حبتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے فرمایا میرے قریب آؤ جب قریب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پہ اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور سعادت مندی کی دعا ارشاد فرمائی علامہ صیمری اپنی سند کے ساتھ آپ کے بیٹے قاضی بغداد یوسف بن ابو یوسف سے اس واقعہ کو کچھ اس طرح نقل کرتے ہیں:

"حدثنا يوسف بن ابويوسف قال حدثنا ابى ابويوسف يعقوب بن ابراهيم بن حبيب بن سعد بن حبتة البجلى و عدادهم فى الانصار ثم فى الاوس قال ابويوسف أتى بجدى سعد إلى النبى ﷺ يوم الخندق فاستغفر له و مسح براسه فتلك المسحة فينا الى الساعة قال و كان ابويوسف أذا نظرت اليه فكانه ادهن من تلك المسحة"[4]

ترجمہ: یوسف اپنے والد امام ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم بن حبیب بن سعد بن حبتہ بجلی (حضرت سعد انصار میں قبیلہ اوس سے ہیں) سے بیان کرتے ہیں: میرے پر دادا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بار گاہ میں لایا گیا خندق کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بخشش کی دعا کی اور ان کے سر پہ اپنا ہاتھ پھیرا امام

(42) علامہ صیمری، ابو عبد اللہ حسین بن علی بن محمد الصیمری الحنفی، اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص:97، عالم الکتب–بیروت، الطبعۃ الثانیۃ 1405ھ

ابو یوسف نے فرمایا: اس ہاتھ کا اثر ہمارے اندر قیامت تک رہے گا اور جب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سر مبارک کو دیکھا جاتا تو ایسا لگتا کہ آپ نے تیل لگایا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے، یقینا اس دعا کا حصہ آپ رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچا ہو گا جس کا واضح فیضان ہمیں آپ کی جامع شخصیت میں نظر آتا ہے۔

راہ علم میں رکاوٹیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شفقت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کوئی دولت مند انسان نہ تھے بلکہ غربت میں زندگی گزاری امام ابو یوسف کے بچپن ہی میں فوت ہو گئے اس لئے آپ کی والدہ چاہتی تھیں کہ آپ کوئی کام کریں تاکہ ہمارے لئے کچھ کما سکیں مگر آپ کو دنیاوی کاموں کے لئے نہیں پیدا کیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے مقدر میں کچھ اور ہی لکھا تھا کسے کیا پتہ یہ غریب و نادار لڑکا بڑا ہو کر دنیا کا امام بنے گا اور پوری دنیا کا اسے قاضی بنایا جائے گا۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ کی مجلس میں:

چناچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء کوفہ کے مشہور قاضی ابن ابی لیلیٰ کی مجلس میں جانا شروع کیا وہ آپ کی بہت عزت کیا کرتے تھے قاضی صاحب کو اگر کسی مسئلہ میں کوئی مشکل در پیش آتی تو امام اعظم کی توجیحات اس میں دیکھتے ظاہری طور پر بہت سے مسائل میں امام اعظم سے اختلاف کرتے ان کے امام صاحب سے اختلافات پر امام ابو یوسف نے کتاب بھی لکھی جس پر ہم انشاء اللہ آگے چل کر گفتگو کریں گے یعنی اختلاف کے باوجود امام اعظم کے اجتہاد و قیاس کو دیکھتے اور اس کے مطابق فتویٰ دیتے قاضی صاحب کی وجہ سے امام ابو یوسف بھی آپ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے مگر مجلس میں حاضر ہونے کا موقع ابھی تک آپ کو نہ ملا ایک مرتبہ کسی مسئلہ میں قاضی صاحب سے اختلاف ہوا اس وجہ سے آپ نے ان کی مجلس کو چھوڑ دیا اور امام صاحب کی

مجلس میں باقاعدہ جانا شروع کیا علامہ زاہد الکوثری نے اپنی کتاب مستجاب "حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی" میں اس واقعہ کو موسیٰ بن حزم سے روایت کرتے ہوئے تفصیل کے اس طرح لکھاہے: ہوا کچھ یوں کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کی بیٹی کی شادی پر خرمہ لٹایا گیا اس کو لینے والوں میں امام ابویوسف بھی تھے قاضی صاحب نے انہیں منع کیا اور کہا ایسا کرنا مکروہ ہے آپ نے جوابا کہا یہ لشکریوں کے لئے مکروہ ہے شادی میں کوئی حرج نہیں قاضی صاحب کو یہ بات ناگوار گزری اور میں نے امام اعظم کی مجلس میں جانا شروع کر دیا ۔یاد رہے اس مسئلہ میں امام ابویوسف نے حدیث رسول ﷺ کی بنیاد پر اختلاف کیا تھا قاضی صاحب اس حدیث میں نہی کو مطلق سمجھتے تھے جب کہ اس کا مورد خاص تھا،اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں علامہ حیثمی نے مجمع الزوائد میں امام ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اس کے علاوہ دیگر کتب میں بھی موجود ہے چناچہ حضرت معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں:

شھد رسول اللہ ﷺ املاک رجل من اصحابہ فقال لہ «علی الخیر و الالفۃ و الطائر المیمون و السعۃ فی الرزق بارک اللہ لکم دففوا علی رأسہ فجیئ بدف فضرب بہ فاقبلت الاطبقات و علیھا فاکھۃ و سکر فنثر علیہ فکف الناس أیدیھم فقال رسول اللہ ﷺ مالکم لاتنتھبون ؟ قالوا یارسول اللہ أو لم تنہ

عن النھبہ قال انما نھیتکم عن نھبۃ العساکر فاما العرسات فلا قال فجاذبھم و جاذبوہ))[5]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب میں سے کسی کی شادی میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے اسے فرمایا: اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ تجھے بھلائی، محبت، اچھائی اور رزق میں وسعت دے اور تجھے برکت دے، پاس کھڑے لوگوں سے فرمایا: دف بجاؤ اس کے پاس، دف لائی گئی اور اس کے پاس بجائی گئی، پھر تھال لائے گئے جن پر پھل اور میٹھی چیزیں تھیں اس کو لٹایا گیا صحابہ کرام نے اپنے ہاتھ روک لئے حضور ﷺ نے فرمایا تم کیوں نہیں چنتے؟ انہوں نے عرض کی: آپ ﷺ نے خود ہی اس طرح لینے سے منع کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں لشکروں کی طرح لوٹ مار سے منع کیا ہے شادیوں میں کوئی حرج نہیں پھر آپ نے خود انہیں دیا اور انہوں نے اسے لے لیا۔ اب دیکھئے اس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا موقف واضح تھا اور بلکل حدیث کے مطابق تھا نیز اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے آپ اس وقت ہی بہت سے حدیثیں یاد کر چکے تھے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں:

جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ابن ابی لیلیٰ کی مجلس کو چھوڑا تو اپنی تمام تر توجہ امام اعظم کی مجلس کی طرف لگا دی باقاعدگی سے سبق میں آتے کبھی بھی غیر حاضر نہ ہوتے تھے حتیٰ کہ علماء نے آپ کا یہ بھی قول بیان کیا ہے کہ میں عید الفطر و عید الاضحیٰ میں بھی بغیر کسی وجہ کے چھٹی نہیں کرتا تھا مگر چونکہ پہلے بیان ہو چکا

---

(43) امام طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی، المعجم الکبیر، ج:20، ص:97، مکتبۃ ابن تیمیہ – القاہرۃ، الطبعۃ الثانیہ – علامہ ہیثمی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر بن سلیمان الہیثمی، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، باب النھبۃ فی العرس ج:4، ص: 56، مکتبۃ القدسی – القاہرۃ

کہ آپ کے گھریلو حالات اچھے نہ تھے اس لئے گھر والے کی یہ خواہش تھی کہ آپ کچھ کمائیں وہ گھر سے کام کے لئے بھیجے آپ امام صاحب کی مجلس علم میں چلے جاتے، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ بغداد میں اپنی سند آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خود بیان کردہ واقعہ اپنی غربت کے متعلق لکھا ہے ہم اسے اختصار کے ساتھ اور خلاصۃ بیان کرتے ہیں:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں علم حدیث اور فقہ حاصل کرتا تھا اور میرے معاشی حالات اچھے نہ تھے ایک دن میں آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں شریک تھا کہ میرے والد آئے، مجھے کہنے لگے ابو حنیفہ کے پاس نہ آیا کرو کیوں کہ تمہیں کام کی ضرورت ہے، فرماتے ہیں میں نے اپنے والد کی بات کو ترجیح دی اور مجلس میں آنا چھوڑ دیا جب کافی دنوں کے بعد آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی میں نے کہا معاش میں مصروف ہوں، فرماتے ہیں پھر میں مجلس میں بیٹھ گیا جب مجلس ختم ہوئی اور سارے لوگ چلے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں سو درھم تھے اور فرمایا سبق میں باقاعدگی سے حاضر ہوا کرو جب یہ رقم ختم ہو جائے مجھے بتا دینا کچھ دنوں کے بعد پھر آپ نے مجھے سو درھم دیئے، فرماتے ہیں میں نے کبھی بھی ان کو ان درھموں کے ختم ہونے کے متعلق نہیں بتایا تھا لیکن وہ خود ہی جان لیتے تھے اور مجھے وقتاً فوقتاً درھم دے دیا کرتے حتیٰ کہ اللہ جل جلالہ نے مالدار کر دیا۔[6]

امام اعظم رضی اللہ عنہ کا آپ کی والدہ کو بشارت دینا:

---

(44) تاریخ بغداد، ج:16، ص:359

یہ واقعہ بھی خطیب بغدادی نے لکھا ہے علی بن جعد کہتے ہیں ہمیں امام ابو یوسف نے بیان کیا: میرے والد فوت ہوئے اور میں ابھی چھوٹا تھا میری والدہ مجھے دھوبی کے پاس لے گئیں تاکہ میں یہ کام سیکھوں فرماتے ہیں وہ مجھے دھوبی کے پاس بھیجا کرتیں اور میں امام صاحب کی مجلس میں چلا جاتا ایسا کئی بار ہوا حتیٰ کہ ایک دن وہ امام صاحب کی بارگاہ میں شکایت لے کر آئیں اور کہنے لگیں: میں بیوہ عورت ہوں مجھے اس کے کام کی ضرورت ہے اور آپ نے اسے یہاں رکھا ہوا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو پڑھنے دو یہ ایک دن پستے اور بادام کے ساتھ فالودہ کھائے گا اس وقت تو انہیں سمجھ نہ آئی اور وہ چلی گئیں، امام ابو یوسف فرماتے ہیں: پھر ایک وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت دی اور مجھے منصب قضاء عطاء کیا گیا ایک دن خلیفہ نے صحن فیروزج میں دعوت کی میں بھی ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ فالودہ روغن پستہ کے ساتھ لایا گیا ہارون الرشید نے کہا اسے کھایئے یہ بڑا قیمتی ہے اور روز روز ایسا تیار نہیں ہوتا، فرماتے ہیں میں ہنس پڑا خلیفہ نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو میں نے اپنا سارا قصہ بیان کیا، خلیفہ ہارون الرشید نے کہا بیشک علم دنیا و آخرت میں کامیابی دیتا ہے اور امام اعظم کے متعلق کہا:

"رحم الله ابا حنيفة لقد كان ينظر بعين عقله ما لاينظر بعين راسه"[7] اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پہ رحم کرے وہ اپنی باطنی آنکھ سے وہ کچھ دیکھ لیتے تھے جو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ قارئین اس واقعہ دل نشین میں امام صاحب کی بصارت و فراست تو ہے ہی مگر اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمال حافظہ کی طرف اشارہ بھی ہے چونکہ یہ بات امام صاحب نے ان کے بلکل ابتدائی زمانہ طالب علمی میں کہی تھی آپ نے تب سے اس کو ذہن میں بٹھایا ہوا تھا کہ میرے استاذ صاحب کی بات پوری ہوگی۔

---

(45)حوالہ مذکور ملخصا

علم سے قلبی محبت اور جوش وجزبہ:

یہ بات تو مسلم ہے اہل حقیقت کے ہاں کہ دنیا میں آگے بڑھنے کے لئے کسی بھی خاص فن یا شعبے میں ترقی اور اس کی تہ تک پہنچنے کے لئے علم کی کسی بھی قسم میں کھوج اور حقیقت کو پانے کے لئے خواہ وہ علم دینی ہو یا دنیاوی انسان کی ذات سے تعلق رکھتا ہو یا خارج سے اس کے لئے انتہائی سخت محنت و مشقت درکار ہوتی ہے اس کے ساتھ ساتھ انسان ذہین بھی ہو اور جو حاصل کر رہا ہے اس میں شوق و لگن بھی رکھتا ہو تب جا کے وہ چیز انسان کو حاصل ہوتی ہے، اب خود ہی یہاں ہم اگر تھوڑا سہ غور کریں تو ہمیں پتہ چلے گا وہ شخصیت جس نے پوری دنیا میں علم کی خیرات تقسیم کی قضاء جیسے مشکل امر کو بخوبی سرانجام دیا اصول فقہ پہ پہلی بار باقاعدہ کتب لکھیں اس نے کتنی محنت و مشقت سے علم حاصل کیا ہوگا اور کس قدر اپنے دنیاوی معاملات کو علم پر قربان کیا ہوگا، آیئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خود بیان کردہ باتوں کو سنتے ہیں کہ آپ نے کس قدر سبق میں پابندی کی اور کس جوش وجزبہ سے علم حاصل کیا۔ فاقول بتوفیق اللہ تعالیٰ ذکرہ والمقبول

مجلس علم سے محبت:

امام صیمری نے اخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے: " صحبت ابا حنیفۃ سبع عشرۃ سنۃ لا افارقہ فی فطر و لا اضحیٰ الا بالمرض "[8] ترجمہ: سترہ سال میں امام اعظم ابو حنیفہ کی شاگردی میں رہا اور کبھی بھی میں ان کی مجلس سے غائب نہ ہوا حتیٰ کہ عید الفطر و اضحیٰ کے دن بھی سوائے بیماری کے۔ حافظ ابن کثیر نے بدایہ میں اس قول کو کچھ اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے اس میں یہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سترہ

---

(46) اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص:100

سال ہی مجھے عہد قضاء پر ہو چکے ہیں اور اب میرا گمان ہے کہ میری موت قریب ہے اس کے کچھ ایام کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، امام موفق بن احمد نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے: کہ میرے بیٹے کا انتقال ہوا تو میں اس وقت بھی نہیں گیا اور اس کی تجہیز و تکفین میرے پڑوسیوں اور رشتے داروں نے کی، خطیب بغدادی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کرتے ہیں: امام اعظم اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس سے زیادہ مجھے کوئی چیز محبوب نہیں تھی۔

سبق کے تکرار کا فائدہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شروع سے ہی علم سے محبت تھی بہت سی حدیثیں بچپن میں یاد کر لیں تھیں ابتداء میں آپ کا زیادہ تر شغف علم حدیث سے تھا کیوں کہ یہ زمانہ اس علم کے عروج کا ہے اکابر تابعین اس وقت اس علم کے استاد تھے جگہ جگہ علم حدیث کی مجلسیں لگتیں اور اس کا باقاعدہ سماع و املاء کروائی جاتی اس لئے آپ بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے، جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں گئے تو اس کے ساتھ ساتھ فقہ کی طرف بھی توجہ کی اور اس سے مسائل کے استنباط کا طریقہ سیکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سبق کا باقاعدہ تکرار کیا کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے خوب مسائل پر بحث و مباحثہ کرتے کیوں کہ یہ امام اعظم کی مجلس تھی اور انہیں بلکل اس سے منع نہیں کرتے تھے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ جیسا عظیم استاد جانتا تھا کہ علم میں سمجھ بوجھ تکرار کے بغیر ممکن نہیں اس لئے آپ کے طلباء آپ کے ساتھ بھی خوب بحث کرتے علمی مسائل پر اور اس میں وہ بلکل نہیں شرماتے تھے، آج بھی اگر ہم غور کریں تو پتہ چلے گا سبق طالب علم کو سمجھ تب ہی آتا جب خود اس کا اچھی طرح تکرار کرے جو طلباء یہ کام نہیں کرتے وہ وقتی طور پر تو سبق کو رٹا لگا لیتے ہیں مگر بعد میں انہیں بھول جاتا ہے، یہ آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس علم کی خوبی تھی کہ طلباء کو بلکل اجازت ہوتی سوالات کرنے کی اور آپس میں تکرار

کرنے کی، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بڑے انہاک سے تکرار کرتے تھے ایک مرتبہ ان کے ماموں آئے امام اعظم کی مجلس میں تو آپ بلند آواز سے تکرار کر رہے تھے اپنے ماموں کے آنے کا پتہ نہ چلا وہ کھڑے تعجب سے دیکھے جارہے تھے اچانک امام اعظم کی نظر پڑی تو آپ نے انہیں بلایا اور فرمایا آیئے بیٹھ جائیں عرض کرنے لگے امام ابویوسف کے بارے: اس کے گھر والوں نے تین دنوں سے کچھ نہیں کھایا اور یہ آپ کے پاس بیٹھے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری توقع سے بھی زیادہ دے گا۔

کمال حافظہ:

اس دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں ہوتیں ہیں جو بعض انسانوں کو بطور خاص اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دی جاتی ہیں اور وہ ہر انسان کے پاس نہیں ہوتیں مثلا خوبصورت آواز اللہ جل جلالہ کی نعمت ہے اور انسان کی فطرت ہے کہ وہ اس کی طرف مائل ہوتا ہے اسے پسند کرتا ہے اس وجہ بلبل کی تعریف کی جاتی ہے ہزاروں شعراء نے اس کی خوبصورت آواز پہ غزلیں لکھیں اور اسے چمن کی ملکہ قرار دیا، اس لئے انسان بھی چاہتا ہے اس کی ایسی آواز ہو لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہر بندہ اس سے مزین نہیں ہوتا بلکہ یہ بعض کا خاصہ ہے اور خاصہ وہ ہوتا ہے جو غیر میں نہ پایا جائے (خاصۃ الشیئ مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ) اس کے علاوہ لاکھوں امثلہ ہیں جن کا احاطہ ممکن نہ شد، اسی طرح انسان کا ذہین ہونا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر فضل و کرم ہے جس کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص متصف نہیں، امام ابویوسف بھی انہیں شخصیات میں شامل تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جل جلالہ نے کمال حافظہ عطاء فرمایا تھا ایک ہی مجلس میں کئی کئی حدیثیں یاد کر لیتے ہزاروں فقہی مسائل آپ نے یاد کئے ہوتے، اس کے ساتھ ساتھ صحیح حدیثیں تو کجا بے شمار موضوع روائتیں آپ کو یاد تھیں اسی

وجہ سے بڑے بڑے علماء آپ کو حفاظ الحدیث میں شمار کرتے ہیں، نیز وہ ائمہ جو احناف کو نہیں مانتے اور ان پر قلت حدیث کا طعن کرتے ہیں وہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث کا امام جانتے ہیں اور آپ پر اعتماد کرتے ہیں یہاں ہم چند واقعات آپ کی ذہانت و فطانت کے بیان کرتے ہیں جس سے پتہ چلے گا اللہ جل جلالہ نے آپ کو کیسا بے مثال حافظہ عطاء فرمایا تھا۔

قوت حافظہ:

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الانتقاء فی فضائل الثلاث۔ۃ الفقہاء میں محمد بن جریر طبری سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "کان ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم القاضی فقہیا عالما حافظا ذکر انہ کان یعرف بحفظ الحدیث وانہ کان یحضر المحدث فیحفظ خمسین وستین حدیثا ثم یقوم فیملیھا علی الناس وکان کثیر الحدیث"(9)

ترجمہ: ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فقیہ، عالم، حافظ الحدیث تھے اور حدیثوں کو یاد کرنے میں مشہور و معروف تھے، کسی محدث کے پاس آتے اور ان سے پچاس ساٹھ حدیثیں سنتے پھر ان پچاس ساٹھ سنی ہوئی حدیثوں کو آگے لکھوا دیتے اور آپ بہت زیادہ حافظے والے تھے۔ یہ صرف ابن عبد البر اور جریر طبری کا دعوہ نہیں بلکہ کئی بار ایسا ہوا بھی چناچہ علامہ صیمری نے حسن بن زیاد سے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا: کہ امام ابویوسف حج کے لئے جارہے تھے راستہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوگئے ہم بئر میمون کے مقام پر ٹھرے تو حضرت سفیان بن عیینہ ان کی عیادت کے لئے آئے امام ابویوسف نے ہمیں فرمایا: ابو محمد (سفیان بن عیینہ) سے حدیثیں روایت کرلو تو انہوں نے ہمیں چالیس حدیثیں بیان کیں، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیماری، کمزوری، بڑھاپے اور

---

(47) الانتقاء، ص:172

سفر کی تھکن کے باوجود وہ ساری حدیثیں ایک مرتبہ سن کر ہمیں بیان کر دیں۔[10] قارئین یہاں سے اندازہ لگائیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کمال حافظہ کا بیماری اور سفر کی تکلیفوں کے باوجود آپ نے صرف ایک مرتبہ سنا ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور آگے اپنے شاگردوں کو بیان کر دیا، ہارون رشید کو لوگوں نے بہت بھڑکایا اور کہا کہ آپ نے ابویوسف کو ان کے مرتبہ سے زیادہ بڑھا دیا ہے ہارون رشید انہیں یہی جواب دیتا میں نے ابویوسف کو اچھی طرح آزمایا ہے اور میں اچھی طرح ان کے مرتبہ کو جانتا ہوں۔

حاضر دماغی:

اللہ جل جلالہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بے مثال حافظہ کے ساتھ ساتھ کمال حاضر دماغی بھی عطاء فرمائی تھی جو بات سنتے فوراً اس کا جواب دیتے اور سوال کے مقصد کو جان لیتے نیز مقتضائے حال کے مطابق گفتگو کرتے ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا ہے: ایک بندہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بلکل خاموش بیٹھا رہتا کوئی سوال و جواب نہ کرتا ایک دن آپ نے اس سے تم بات کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا کیوں نہیں پھر اس نے یہ سوال کیا: روزہ دار کب روزہ افطار کرے گا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب دیا جب سورج غروب ہو گا، اس نے کہا اگر سورج آدھی رات تک غروب ہی نہ تو پھر؟ امام ابویوسف مسکرائے اور فرمایا تم اپنی خاموشی میں درست تھے میں نے تمہیں بلوا کر غلطی کی ہے اس کے بعد فوراً آپ نے یہ شعر کہا:

عجبت لازراء الغبی بنفسہ و

---

(48) اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص:101

صمت الذی قد کان بالقول اعلما

وفی الصمت ستر الغبی وانما

صحیفۃ لب المرء ان یتکلما

ترجمہ:(1)مجھے تعجب ہوا کند ذہن کے اپنے آپ پہ عیب لگانے پر

(2)اور بات کو اچھی طرح جاننے والا بھی خاموش رہے

(3)خاموشی میں ہی غبی کے عیبوں پر پردہ ہوتا ہے

(4)آدمی کی عقل مندی تب ظاہر ہوتی ہے جب وہ کلام کرے

اہل علم کی نظر میں:

کسی بھی شخصیت کے مستند اور ثقہ ہونے کے لئے ایک بات اہل علم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اکابر علماء کی اس کے بارے آراء کیا ہیں اپنے اساتذہ کی نظر میں وہ کیا مقام رکھتا ہے اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں چند علماء کے اقوال بیان کریں جو انہوں نے آپ کی تعریف میں کہے۔فنقول

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد کی نظر میں:

یوں تو ہزاروں شاگرد تھے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مگر ان سب میں آپ رضی اللہ عنہ امام ابویوسف سے زیادہ محبت کیا کرتے تھے اور ان کو دوسروں پر ترجیح دیتے کئی مواقع پر آپ نے امام ابویوسف کی تعریف فرمائی اور خود

اپنے ہاتھ سے ان کا سارا خرچہ اٹھایا۔ امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن حسن سے بیان کیا ہے: کہ ایک مرتبہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوگئے اور آپ رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لئے آئے جب واپس آنے لگے تو فرمایا: "ان ی۔مت ھذا الفتیٰ فھو اعل۔م من علیھا و اَوم۔اَ الی الارض"[11] یعنی اگر یہ نوجوان فوت ہوگیا تو گویا زمین والوں میں سب سے بڑا عالم فوت ہوگیا۔

علامہ صیمری نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ امام اعظم کی دائیں جانب امام ابویوسف تھے اور بائیں جانب امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور یہ دونوں حضرات کسی مسئلہ میں بحث و مباحثہ کر رہے تھے جو بھی امام ابویوسف دلیل دیتے اسے امام زفر فاسد کر دیتے اور جو دلیل امام زفر دیتے اسے امام ابویوسف فاسد کر دیتے اور یہ گفتگو نماز ظہر تک چلتی رہی جب مؤذن نے اذان دینا شروع کی تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ امام زفر کی ران پر مارا اور ان سے فرمایا: اس شہر میں سرداری نہ طلب کر جس میں ابویوسف ہوں اور آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ بھی امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کیا۔[12]

خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حماد بن ابی حنیفہ سے نقل کیا انہوں نے اپنے والد امام اعظم ابو حنیفہ سے روات کیا ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے ان چھتیس اصحاب میں سے اٹھارہ قاضی بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ان میں سے چھ فتویٰ دینے کی اہلیت رکھتے ہیں اور ان میں سے دو قاضیوں کی تربیت و اصلاح کرنے کی مہارت رکھتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے امام ابویوسف اور امام زفر کی طرف اشارہ کیا

---

(49) مناقب الامام ابی حنیفۃ واصحابہ، ص:62

(50) اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص:102

۔[13]معزز و محترم قارئین کرام امام صاحب کو اپنے اس شاگرد سے بے پناہ محبت تھی اور ان کی ذہانت و بصیرت کاملہ پر کامل اعتماد تھا جس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہر استاد کے کچھ خاص شاگرد ہوتے ہیں اور وہ ان پر پورا پورا بھروسہ کرتے ہیں اور عوام و خواص کے سامنے اس پر فخر کرتے ہیں یہی مرتبہ امام ابویوسف کا تھا امام اعظم کے ہاں جس کا ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کے اقوال سے پتہ چلتا ہے ابن کثیر نے البدایہ میں آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابو یوسف ہمارے اصحاب میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اکابر علماء کی نظر میں:

محترم قارئین جس طرح اس امام ذیشان کی تعریف و توصیف میں آپ کے استاد رطب اللسان ہیں اسی طرح دیگر کثیر علماء بھی آپ کی مداح ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کو باعث برکت سمجھنے والے ہیں چند ایک اقوال ملاحظہ ہوں، ھلال ابن یحییٰ فرماتے ہیں: "کان ابو یوسف یحفظ التفسیر والمغازی وایام العرب وکان اقل علومہ الفقہ"[14]

ترجمہ: ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تفسیر، سیرت اور کلام عرب کے حافظ تھے اور آپ کے علوم میں سے اقل فقہ ہے۔

یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت ہی فقہ میں ہے اور اسی میں آپ معروف ہیں اسی کو آگے پھیلایا اس کے باوجود آپ کے بارے کہا جارہا ہے اس میں کم مہارت رکھتے تھے بقیہ کی نسبت، چونکہ آپ فقہ میں مشہور ہیں اس لئے ہم خیال کرتے ہیں کہ آپ صرف اسی علم کو جانتے تھے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی کئی علوم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ مہارت کاملہ و ید طولیٰ رکھتے تھے جیسا کہ پہلے ہم نے بیان

---

(51) تاریخ بغداد، ج:16، ص:359

(52) اخبار ابی حنیفہ، ص:99

کر دیا محدثین آپ کو حفاظ الحدیث میں شمار کرتے ہیں فقہاء آپ کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں کلام عرب یعنی عربی اشعار ضرب الامثال مہاورے اور ان کے اسلوب کو اچھی طرح جانتے تھے۔

یحییٰ بن خالد بیان کرتے ہیں: امام ابو یوسف ہمارے پاس آئے باوجود اس کے کہ آپ کے علوم میں اقل فقہ تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فقہ سے مشرق و مغرب کو بھر دیا۔[15]

خطیب بغدادی اپنی سند کے ساتھ ابن کرامہ کا بیان نقل کرتے ہیں: کہتے ہیں کہ ہم امام جرح و تعدیل سیدنا وکیع رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر تھے مجلس میں سے ایک آدمی نے کہا کہ ابو حنیفہ نے خطاء کی تو امام وکیع بن جراح نے فرمایا: ابو حنیفہ کیسے غلطی کر سکتے ہیں حالانکہ ان کے پاس امام ابو یوسف اور زفر جیسے قیاس کے ماہر تھے اور یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان، مندل جیسے حفاظ الحدیث تھے اور قاسم بن معن جیسے لغت کے ماہر تھے اور داؤد طائی، فضیل بن عیاض جیسے تصوف کے امام تھے پس جس کی مجلس میں ایسے لوگ ہوں وہ کیسے خطاء کرے گا کیونکہ اگر وہ غلطی کرے گا تو یہ اسے روکیں گے۔[16]

ابن ابو عمران بیان کرتے ہیں: علی بن جعد ہمیں حدیث کی املاء کروا رہے تھے اور ان کی مجلس لوگوں سے بھری ہوئی تھی تو انہوں نے امام ابو یوسف کا ذکر فرمایا، مجلس میں سے ایک شخص نے کہا آپ ابو یوسف کا ذکر کرتے ہیں اس مجلس میں یعنی اس شخص نے اس چیز کو ناپسند جانا تو علی بن جعد نے اسے فرمایا: " اذا اردت ان تذکر ابا یوسف فاغسل فمک باشنان وماء حار ثم قال واللہ ما رایت مثلہ " یعنی جب تو ذکر کرے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا تو اس سے پہلے اپنا منہ اُشنان بوٹی اور گرم پانی کے ساتھ دھولے اللہ کی قسم میں نے ان جیسا کوئی

---

(53) مناقب الامام ابی حنیفہ لذھبی، ص:63

(54) تاریخ بغداد، ج:16، ص:359

نہیں دیکھا، ابن ابو عمران کہتے ہیں حالانکہ انہوں نے سفیان ثوری، حسن بن صالح، امام مالک، ابن ابی ذئب ،لیث بن سعد اور شعبہ بن حجاج کو دیکھا ہوا تھا اس کے باوجود انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے فرمایا کہ میں نے ان کی مثل کسی کو نہیں پایا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ کی نظر میں:

شیخ الاسلام وکیل احناف علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے "حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی "(1) میں حسن بن زیاد کا بیان کچھ اس طرح نقل کیا ہے: کہتے ہیں میں ہر دن امام ابو یوسف اور امام زفر سے علم فقہ حاصل کرنے کے لئے آتا فرماتے ہیں: امام ابو یوسف کشادہ ظرف والے تھے علم سکھانے میں امام زفر سے آپ فرماتے ہیں اگر کسی مسئلہ میں مجھے اشکال ہوتا تو میں پہلے امام زفر کے پاس جاتا جب مجھے مسئلہ پھر بھی سمجھ نہ آتا تو میں بار بار ان سے رجوع کرتا جس سے وہ غصہ ہو جاتے اور فرماتے: تم کبھی کامیاب نہیں ہو گے کہتے ہیں میں ان سے غمگین ہو کر نکلتا اور امام ابو یوسف کے پاس آتا ان کے سامنے اپنا مسئلہ بیان کرتا اگر مجھے سمجھ نہ آتی تو مجھے نرمی و شفقت سے فرماتے تھوڑی دیر بعد کوشش کرنا سمجھ آجائے گی اور ساتھ ہی فرماتے ہر چیز کسی نہ کسی وقت اپنے مقصد کو پہنچ ہی جاتی ہے کہتے ہیں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صبر پر تعجب کرتا مزید کہتے ہیں امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے اگر میں قدرت رکھتا تو تمہیں وہ سب کچھ دے دیتا جو میرے دل میں ہے۔(17)

---

(55) شیخ الاسلام وکیل احناف علامہ زاہد الکوثری، حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی، ص:19، المکتبۃ الازہریۃ للتراث–مصر

(1) یہ کتاب مستطاب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پہ مستقل لکھی ہے علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ کوئی اور اتنی معتبر و مستند کتاب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پے نہیں لکھی گئی، بے شمار آپ پر وارد اعتراضات کا اس میں تفصیلی جواب مذکور ہے۔

امام ذھبی نے سیر اعلام النبلاء میں ابن سماعہ سے نقل کیا: امام ابو یوسف ہر دن دو سو رکعات نفل ادا کیا کرتے تھے۔یعنی قاضی بننے کے بعد بھی یہی آپ کا معمول رہا، یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے اتنی مصروفیات کے باوجود مثلا قضاء کے معاملات، علم حدیث لوگوں کو سیکھانا، فتویٰ دینا، کتابیں لکھنا، گھر کی ضروریات وغیرہ بکثرت نوافل ادا کرنا یہ آسان نہیں کوئی یہ نہ سمجھے کہ صرف مبالغہ ہے یا کبھی کبھار کا معمول ہے اس روایت کو تقریبا سارے آپ کے سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے اور صراحت کی ہے یہ آپ کے ہر دن کا معمول ہے ،امام احمد بن حنبل، یحیٰ بن معین اور علی بن مدینی جیسے امام جرح وتعدیل اور حدیث کے امام آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں اور سب نے آپ کو ثقہ کہا آپ کی شانیں بیان کیں ان کے اقوال ہم انشاء اللہ آگے جاکے بیان کریں گے۔ قارئین اگر ہم سارے اقوال نقل کریں تو کلام لمبا ہو جائے گا اسی لئے انہیں پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ تو اللہ جل جلالہ کا فیصلہ ہے جو اس کا ذکر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے پھر اس سے سارا جہان محبت کرتا ہے۔اللھم اجعلنا من الحامدین لا من الحاسدین

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور اساتذہ وتلامذہ:

ہمارے سلف وخلف کا یہ وتیرہ و وظیفہ رہا ہے کہ وہ علم دین سے بہت محبت کرتے اور اس کے لئے لمبے لمبے سفر برداشت کرتے خود بھی اچھی طرح دین کا علم سیکھتے آگے لوگوں کو بھی سیکھاتے جتنا ہو سکتا اور یہ تقریبا سب کا معمول ہوتا اور ان کی اولین ترجیح یہی ہوتی کیونکہ حدیث میں فرمایا گیا ہے: تم میں بہترین وہ ہے جو علم سیکھے اور سیکھائے ،امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں مقدس ہستیوں میں شامل ہیں جنہوں نے بڑی محنت و مشقت سے علم سیکھا اور پھر ساری زندگی آگے لوگوں کو سیکھاتے رہے ہزاروں مصروفیات کے

باوجود، اولا یہاں ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اساتذہ کے اسماء گنواتے ہیں جن سے آپ نے علم حاصل کیا چونکہ سب کے تو ممکن نہیں یہاں اس سے کلام ہمارا طویل ہو جائے گا اور مقصود رہ جائے گا، ملاحظہ ہوں:

مشہور اساتذہ کے اسماء:

شیخ الاسلام علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے جو آپ کے اساتذہ کے نام لکھے ہیں حسن تقاضی میں ہم ان میں سے کچھ بیان کرتے ہیں: محمد بن ابو لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ یہ آپ کے اولین اساتذہ میں ہیں اور ان سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصا قضاء وغیرہ کے معاملات سیکھے، امام الائمۃ سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ ان سے آپ نے علم حدیث اور خصوصا فقہ کے دریا حاصل کئے اور آپ کے سبب ہی امام ابو یوسف مشہور ہیں اسی لئے آپ ان کے لئے ہر نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے اور فرماتے ہیں کہ مجھے انتیس سال ہو گئے امام اعظم کی مجلس میں لیکن ایک دن بھی میں نے ان کے پیچھے نماز فجر نہیں چھوڑی، ابان ابن ابی عیاش، الاحوص بن حکیم، ابو اسحاق الشیبانی، اسرائیل بن ابی اسحاق یونس، اسماعیل بن ابراھیم بن المھاجر البجلی، اسماعیل بن امیہ، اسماعیل بن ابی خالد، اسماعیل ابن علیہ، اسماعیل بن مسلم، ایوب بن عتبہ، بیان بن بشر، ابو بکر ابن عبد اللہ الھذلی، ثابت ابو حمزہ الثمالی، ابن جریج عبد الملک، ابو جناب یحییٰ کلبی، حجاج بن ارطاۃ، حریز بن عثمان، حسن بن حی، حسن بن دینار، حسن بن عبد الملک ابن میسرۃ، حسن بن علی بن عمارۃ، حصین بن عبد الرحمن السلمی، حصین بن عمرو بن میمون، حنظلہ بن ابی سفیان، خصیف بن عبد الرحمن، داؤد بن ابی ھند، روح بن مسافر، سعید بن ابی عروبہ، سعید بن المرزبان، سعید بن مسلم، سعید بن یحییٰ اللخمی، سفیان بن عیینہ، ابوسفیان بن العلاء، سلیمان التیمی، سلیمان بن مھران الاعمش، سماک بن حرب، طلحۃ بن یحییٰ، طارق بن عبد الرحمن، عاصم ابن ابی نجود، عاصم الاحول عبد اللہ بن سعید المقبری، عبد اللہ ابن علی، عبید اللہ بن عمر،

عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ ابن محرر، عبد اللہ بن واقد، عبد اللہ بن ولید المدنی، عبید اللہ ابن ابی حمید، عبیدۃ بن ابی رائطہ، عبد الرحمن بن ثابت، عبد الرحمن بن عبد اللہ المسعودی، عبد الرحمن بن معمر، عبد الملک ابن میسرۃ، عتبۃ بن عبد اللہ، عطاء بن السائب، عطاء بن عجلان، علاء بن کثیر، عمرو بن دینار، عمرو بن عثمان، عمرو ابن مھاجر، عمرو بن میمون بن مھران، عمرو بن یحیٰی بن عمارۃ، عمر بن نافع، غالب بن عبید اللہ، غیلان بن قیس الھمدانین، فضل ابن مرزوق، فطر بن خلیفہ، قیس بن ربیع، قیس بن مسلم، کامل ابن علاء، لیث بن سعد، لیث بن ابی سلیم ،مالک بن انس، مالک ابن مغول، مجاہد بن سعید، محمد بن اسحاق مغازی، محمد ابن ابی محمد، محمد بن سائب کلبی، محمد بن سالم، محمد بن طلحہ، محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن شعیب، محمد بن عبید اللہ، مسعر بن کدام، یحیٰی ابن سعید الانصاری، یحیٰی بن عبد اللہ التیمی، یزید بن ابی زیاد، یونس ابن ابی اسحاق۔

مشہور تلامذہ کے اسماء:

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے جن کا یہاں ہم شمار نہیں کر سکتے جیسا کہ مقدمۃ الکتاب میں گزرا امام ذھبی کا فرمان کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ و اجتہادات جو حضرت علقمہ بن قیس، ابراھیم نخعی، امام حماد بن سلیمان اور امام اعظم کے زریعے امام ابو یوسف تک پہنچے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پورے اطراف عالم پھیلایا، آپ ہی کے دور میں جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوئی، قاضی القضاۃ ہونے کے ناطے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا شاگرد خاص ہونے کے سبب آپ کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا تمام لوگ آپ کی علمی مہارت اور مرتبہ کو خوب جانتے تھے ویسے بھی یہ ہارون الرشید کا دور حکومت تھا جس کی سلطنت کی وسعت و کشادگی اہل علم پہ مخفی نہیں اندرونی طور پر بھی اس کی حکومت بڑی مضموط تھی اعتقادی طور پر بھی وہ بڑے مضبوط اور اولیاء و علماء کی قدر کرنے والا تھے اس لئے

امام ابویوسف جیسے عظیم مجتہد کو فقہ حنفی کے پھیلانے کا اچھا موقع ملا، لوگ دور دراز سے سفر کر کے آتے آپ کے پاس علم حدیث بھی سیکھتے ساتھ ہی ساتھ علم فقہ بھی جیسا کہ اوپر یحییٰ بن خالد کا بیان گزرا کہ جب آپ بصرہ آئے تو مشرق و مغرب کو علم فقہ سے بھر دیا پوری دنیا میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ پھیلے ہوئے تھے چند کے سماء گرامی ملاحظہ ہوں:

ابراھیم بن جراح المازنی القاضی، ابراھیم بن سلمہ طیالسی، ابراھیم بن یوسف بن میمون بلخی، ابوابراھیم بن معبد، امام احمد بن حنبل، احمد بن محمد بن عیسیٰ السکونی، احمد بن منیع الحافظ، اسماعیل بن فضل، اشرف بن سعید نیشاپوری، بشار بن موسیٰ الخفاف البصری، بشر بن غیاث ابوعبدالرحمٰن المریسی، بشر ابن المعلی، بشر بن ولید الکندی، بشر بن یزید ابوالازھر نیشاپوری، ابو بکر ابن اخت ابی یوسف، توبۃ بن سعد المروزی، جعفر بن یحییٰ برکمی، حسن بن ایوب ابو علی نیشاپوری، حسن بن زیاد اللؤلؤ، حسن بن زیاد بن عثمان بن حماد ابو حسان زیادی، حسن بن شبیب، حسن بن ابی مالک، حسن بن مسھر، حسین بن ابراھیم بغدادی، حسین بن حفص اصفہانی، حسین بن ولید، حماد بن دلیل، خالد بن صبیح، خلف بن ایوب بلخی، داؤد بن رشید خوارزمی، سعید بن ربیع، سھل بن مزاحم، شجاع بن مخلد، شقیق بن ابراھیم بلخی، عباس بن ولید، عبدالرحمن بن مسھر، علی بن خشرم، علی بن مدینی، فضل بن حاتم، فضیل بن عیاض، قتیبہ بن اسد، محمد بن ابراھیم، محمد بن حسن الشیبانی، وکیع بن جراح، ہشام بن عبدالملک، ھلال بن یحییٰ، یحییٰ بن معین، آپ کا بیٹا یوسف القاضی۔

شان فقاہت:

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جس دور میں پرورش پائی اور علم کی رفیع منزلیں تیہ کیں اس میں شاگرد اگرچہ اس قابل ہو جاتا کہ وہ رشد و ہدایت کا فریضہ سر انجام دے اور تشنگان علم کی پیاس بجھائے، اپنے علم و حکمت کے موتی اور اپنا خاص طریقہ واضح کرے مگر دور میں یہ بات معیوب سمجھی جاتی کہ استاذ کے ہوتے اپنی مجلس علم لگالی جائے خصوصا جب دونوں کا شہر ایک ہوتا نیز اس دور میں اگر شاگرد اپنی مجلس لگا بھی لیتا تو اس کو خاطر خواہ توجہ نہ دی جاتی بلکہ اس کے استاذ کو ہی ترجیح دی جاتی اور یہ بھی اس دور میں علم کی قدر بہت زیادہ تھی لوگوں کے اذہان میں اس لئے وہ سند عالی کی کوشش کرتے یعنی کسی بات کو کئی واستوں سے حاصل کرنے اور سننے کے بجائے بلاواسطہ اس کے قائل سے سننے کی کوشش کرتے جتنا ممکن ہو سکتا و گرنہ سب سے زیادہ کم واستوں تلاش کرتے اور اس پر انہیں بہت ناز ہوتا، اسی وجہ سے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا حلقہ درس قائم نہ کیا جب تک آپ کے استاد محترم امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ حیات تھے بلکہ انہیں کی مجلس کو لازم پکڑے رکھا تقریبا ستر اس سال، جب ایک سو پچاس ہجری میں آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تب آپ نے علم کی مجلس لگائی اور تشنگان علم کی پیاس بجھانا شروع کی یہ سلسلہ تقریبا ایک سو چھیاسٹھ ہجری تک سولہ سال جاری رہا اس کے بعد آپ کو قاضی بنادیا گیا اس لئے آپ کی مصروفیات بڑھ گئیں اور یہ سلسلہ اسی طرح تو قائم نہ رہا قضاء کی مصروفیت کے سبب لیکن آپ نے اسے بلکل موقوف بھی نہ کیا بلکہ مختلف انداز میں اور مختلف اوقات میں اسے جاری رکھا تا حیات اور یہ ممکن بھی نہیں ایک صاحب علم کے لئے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اسے بے پناہ علم سے نوازا ہو اور وہ تدریس چھوڑ دے بلکہ ہم اپنے سلف کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس کام کو اولین ترجیح دے تھے انہوں نے اپنی مبارک زندگیاں اس کار خیر کے لیے وقف کر رکھی تھیں اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دن میں

مصروفیت کے سبب رات کو مجلس لگاتے اس کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً علم کی محبین آپ سے استفادہ کرتے رہتے

۔

بصرہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس علم کی کیفیت:

ابوولید بیان کرتے ہیں: "لما قدم ابویوسف البصرۃ مع الرشید اج-ت-مع الفقھاء و المحدثون علی باب-ہ فاشرف علیھم و قال انا من الفری-قین ج-میعا و لا اقدم فرقۃ علی فرقۃ"[18] ترجمہ: جب امام ابویوسف بصرۃ آئے ہارون رشید کے ساتھ تو فقہاء اور محدثین جمع ہوگئے آپ کے پاس علم سیکھنے کے لئے آپ نے دونوں گروہوں کی طرف توجہ کی اور فرمایا: میں دونوں گروہوں میں سے ہوں اور میں کسی ایک جماعت کو دوسری پر فضیلت نہیں دوں گا۔

علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان سنئے فرماتے ہیں: "کنانأت-ی ابایوسف لم-ا قدم البصرۃ سنۃ ثمانین ومائۃ فکان یحدث بعشرۃ احادیث و عشرۃ آراء"[19] ترجمہ: ہم امام ابویوسف کے پاس آیا کرتے تھے جب وہ بصرہ آئے ہوئے تھے ایک سو اسی ہجری میں، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ دس حدیثیں بیان کرتے پھر دس آراء بیان کرتے۔ قارئین امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شباب کا واقعہ نہیں بیان کررہے بلکہ وفات سے دوسال قبل کی بات کہہ رہے ہیں یہ آپ کے بڑھاپے کے ایام تھے اس کے وجود آپ نے محدثین وفقہاء کو علم کے سمندروں علم و حکمت کے چشمے پلائے یہ تو صرف بصرہ کی بات بیان کی جارہی ہے جہاں آپ عمر کے آخری حصے میں تشریف لائے آپ رحمۃ اللہ علیہ جہاں بھی گئےم کے محبین نے آپ سے اپنی پیاس بجھائی۔

---

(56) سیر اعلام النبلاء، ج:8، ص:538

(57) مناقب الامام ابی حنیفۃ واصحابہ، ص:65

طلباء سے محبت:

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے طلباء بے پناہ محبت کیا کرتے تھے انہیں حوصلہ دیتے اگر انہیں کوئی مسئلہ کافی محنت کے باوجود بھی سمجھ نہ آتی ناراض ہوئے بغیر فرماتے کسی نہ کسی وقت سمجھ آہی جائے گی جیسا کہ پیچھے حسن بن زیاد کا بیان گزرا، آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی تسلی و دل جوئی کے لئے فرمایا کرتے تھے اگر میں قدرت رکھتا تو جو علم بھی میرے پاس ہے تمہارے سینوں میں ڈال دیتا اس لئے آپ کے تلامذہ بھی آپ سے پیار کرتے اور آپ کی جگہ جگہ تعریف کرتے۔ چناچہ محمد بن صباح سے کہا گیا کہ آپ ھشام سے کیوں نہیں حدیث لکھتے تو انہوں نے جواب دیا: میں نے ایک دن ھشام سے کسی مسئلہ کے بارے سوال کیا تو انہوں نے مجھے تسلی بخش جواب نہ دیا اس لئے میں نے ان کی مجلس کو چھوڑ دیا اور امام ابویوسف مجلس کو لازم پکڑ لیا اور آپ کی شان میں یہ کلمات کہے: "فکان ابویوسف رجلا صالحا و کان یسرد الصوم" یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ نیک انسان تھے اور لگاتار روزے رکھا کرتے تھے (20)۔ علم میں بحث و مباحثہ آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا جہاں وقت ملتا مسائل کا ساتھیوں سے تکرار کرتے سفر و یا حضر حالت صحت ہو یا مرض کی حالت، ابراھیم بن جراح بیان کرتے ہیں: میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اس حالت میں کہ آپ شدید بیمار تھے مجھے کہا اے ابراھیم تو کیا کہتا ہے رمی جمار کے بارے وہ پیدل افضل ہے یا سوار ہو کر میں نے کہا آپ اس حالت میں مجھ سے مسئلہ پوچھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہم مسائل کا تکرار کرت ہیں جنہیں پڑھ کر لوگ نجات پائیں گے، ابراھیم کہتے ہیں میں نے مسئلہ کا جواب یوں دیا کہ رمی جمار سوار ہو کر افضل ہے آپ نے فرمایا جواب درست نہیں پھر میں نے کہا

---

(58) ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد التمیمی الدارمی، الثقات لابن حبان، باب الیاء ج:7، ص:646، معارف عثمانیہ–حیدر آباد، ہند، الطبعۃ الاولیٰ 1493ھ

پیدا چل کر افضل ہے آپ نے فرمایا یہ جواب بھی درست نہیں اس کے بعد میں نے عرض کی آپ اس کا جواب دے دیں؛ فرمایا: اگر رمی کرنے والا وہاں رکنا نہیں چاہتا ہے تو پھر اس کے لئے سوار ہو کر افضل ہے تاکہ وہ رمی کر کے آگے نکل جائے گا اگر وہ وہاں رکنا چاہتا ہے تو پھر اس کے لئے پیدل رمی کرنا افضل ہے تاکہ وہ اچھی طرح دعا کر سکے۔[21]

فقہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ:

یہ بات تو ہر اہل علم پہ واضح ہے کہ احناف میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرا نام آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اتا ہے اور اس میں کسی بھی ذی علم کو اختلاف نہیں ایسے ہی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کے بعد دوسرا درجہ آپ کے اقوال کو حاصل ہے یعنی اگر کسی مسئلہ میں امام صاحب کا قول نہیں ملتا تو پھر تمام ائمہ احناف آپ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں نیز یہ بھی کہ قضاء کے جتنے اختلافی مسائل ہیں ان میں فتویٰ آپ کے قول پر ہی ہو گا کیونکہ آپ نے اس منصب عالی میں خدمت سرانجام دی کافی عرصہ تک اس کے علاوہ بھی کئی ایسے مسائل ہیں جن میں فتویٰ آپ کے قول پر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ وہ ہستی ہیں جن کی فقاہت و ثقاہت کو تمام علماء نے تسلیم کیا اور آپ کو حدیث و فقہ کا امام کہا چاہے وہ مالکی ہوں یا حنبلی یا شافعی، چند اقوال ملاحظہ ہوں:

طلحہ بن محمد بن جعفر بیان کرتے ہیں: "ابو یوسف مشہور الأمر ظاہر الفضل وھو صاحب ابی حنیفۃ و افقہ اھل عصرہ لم یتقدمہ أحد فی زمانہ وکان النہایۃ فی العلم والحکم والریاسۃ والقدر واول من وضع الکتب فی اصول الفقہ علی مذہب ابی حنیفۃ واملی المسائل ونشرھا وبث علم ابی حنیفۃ فی اقطار الارض"[22] ترجمہ: امام ابو یوسف اپنے

---

(59) اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص:101

(60) تاریخ بغداد، ج:16، ص:359

زمانے کے مشہور فضل میں ظاہر اور امام صاحب کے شاگرد تھے اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہ تھے کوئی ایک بھی آپ کے زمانہ کا علم وحکمت میں آپ سے آگے نہ تھا اور علم، فیصلہ کرنے کی قوت، دنیاوی امور و معاملات کو چلانے کا طریقہ میں آپ کا ثانی نہیں تھا، آپ نے ہی سب سے پہلے اصول فقہ میں کتب تحریر کیں امام صاحب کے مذہب پر، فقہی مسائل کو لکھا اور ان کو آگے پھیلایا اور امام کے مذہب کو زمین کے کونے کونے میں پہنچایا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ والنہایہ میں راقمطراز ہیں: "وقد کان یحضر فی مجلس حکمہ العلماء علی طبقاتھم حتیٰ ان احمد بن حنبل کان شابا وکان یحضر مجلسہ فی اثناء الناس فیتناظرون ویتباحثون وھو مع ذلک یحکم وینصف ایضا"[23] ترجمہ: اور آپ کی عدالت میں بڑے بڑے علماء حاضر ہوتے تھے حتی کہ امام احمد بن حنبل اپنے شباب کے دنوں میں لوگوں کے درمیان حاضر ہوتے تھے یہ علماء آپس میں مناظرے اور بحث ومباحثہ کرتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے۔ معزز ومحترم قارئین کرام اللہ جل جلالہ کا اپنے بعض بندوں پر خاص فضل وکرم ہوتا ہے کہ وہ انہیں کسی خاص فن میں کامل مہارت عطاء فرماتا ہے اور اس کے دور میں اس جیسا کوئی نہیں ہوتا اس فن میں یہی حالت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تھی اللہ جل جلالہ نے آپ کو کمال درجہ ذہانت وفطانت عطاء فرمائی اور علم فقہ میں انتہاء درجہ کا عروج دیا جو آپ ہی کا خاصہ تھا آپ کے دور مبارک میں جیساکے پیچھے یحییٰ بن خالد کا بیان گزرا کہ امام ابویوسف نے مشرق ومغرب کو علم فقہ سے بھر دیا۔

زمانہ قضاء کے واقعات:

---

(61) البدایہ والنہایہ، ج:10، ص:181

تاریخ میں ہمیں ایسے اسماء بہت کم ملتے ہیں جنہوں نے امراء کی صحبت اختیار کی اور ان کی طرف سے کسی سرکاری عہدہ پر براجمان رہے ایک لمبا عرصہ ارباب اقتدار کے ساتھ گزارااس کے باوجود انہوں نے اپنے دین کو سلامت رکھا اس میں کسی قسم کی نرمی ومصالحت کو برداشت نہ کیا بلکہ اس کو مزید تقویت دی اور آفاق کے کوشے کوشے میں اسلامی اقدار و روایات کو پھیلایا اور علماء کی نظر میں بھی محبوب رہا انہوں نے اس سے تلمذ کو باعث فخر جانا اور اسے اپنا امام پیشوہ تسلیم کیا کیونکہ علماء کے کسی شخصیت کو پرکھنے کا معیار بڑا سخت ہوتا ہے وہ ذرا سی پر بات پر تنقید اور نقد وارد کر دیتے ہیں اور اس سے پہلو تہی کرتے ہیں، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں شخصیات میں شامل ہیں ایک لمبا عرصہ امراء کے ساتھ گزارنے کے باوجود آپ نے دین میں کوئی نرمی نہ اختیار کی اور ناہی مصالحت پسندی سے کام لیا بلکہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ نے فقہ حنفی کو سرکاری سطح دلوائی اسلامی نظریات کا پرچار کیا چاہے کوئی قریبی ہوتا خلیفہ کا یا کوئی اور آپ نے کسی کے لئے نرمی کا گوشہ نہ اختیار کیا بلکہ سب کے ساتھ یکساں انصاف کیا حتیٰ کہ کسی نے ہارون الرشید کی دعوت میں یہ کہہ دیا کدو شریف کے بارے کہ میرے سامنے سے اسے اٹھالو مجھے پسند نہیں تو آپ نے اس سے توبہ کروائی اور فرمایا اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو میں اسے قتل کر دوں گا کہ اس نے کدو شریف کی بے حرمتی کی ہے اور یہ سبزی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔

ایک سو پچاس ہجری میں آپ کے استاد محترم سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اس کے بعد آپ نے اپنا حلقہ درس قائم کیا ایک سو چھیاسٹھ ہجری تک یہ باقاعدہ جاری رہا پھر اسی سن میں آپ کو خلیفہ ہادی نے قاضی بنا دیا ،مھدی اور ہارون الرشید کے دور میں بھی آپ قاضی رہے منصب قضاء پر آپ رحمۃ اللہ علیہ 166 ہجری سے 182 ہجری یعنی اپنے وصال تک رہے اس منصب کو آپ نے بہت عروج عطاء کیا اور انتہائی امانت داری سے

سرانجام دیا آپ ہی کو سب سے پہلے اسلام میں قاضی القضاۃ کہا گیا آپ رحمۃ اللہ علیہ صرف قاضی ہی نہیں تھے بلکہ تمام قاضیوں کی نگرانی اور ان کا تکرر ان کے معاملات کی دیکھ بھال سب آپ کے ذمے تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ قضاء کے واقعات تو بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ اس مختصر مقالہ میں ممکن نہیں علامہ وکیع ضبی نے اخبار القضاۃ میں جن میں سے بے شمار ذکر کئے ایسی ہی علامہ صیمری نے اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ میں باقاعدہ عنوان دے کر ان کا ذکر کیا ہے اس کے علاوہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ابن کثیر نے البدایہ میں امام شمس الدین ذھبی نے سیر اعلام النبلاء وغیرہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے ہم ان میں سے چند کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ فاقول وباللہ التوفیق

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مناظرہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بھی سعادت حاصل ہے کہ آپ امام مالک جیسے کبار ائمہ کے معاصر ہیں آپ کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ مناظرہ ہوا صاع کی مقدار اور سبزیوں میں زکوۃ کے بارے ہارون الرشید کی موجودگی میں اُس زمانہ میں صاع کی مقدار میں اختلاف تھا ہر علاقہ کے اعتبار سے علماء نے اس کی مقدار بیان کی ہوئی تھی اور اس کے مطابق ہی صدقہ فطر وغیرہ ادا کیا جاتا امام ابویوسف چونکہ کوفہ کے رہنے والے تھے اس لئے آپ نے اس کے مطابق مقدار بتائی صاع کی اور امام صاحب کے قول کے مطابق مگر چونکہ امام مالک مدینہ کے رہنے والے تھے اس لئے وہ اہل مدینہ کے تعامل کو اچھی طرح جانتے

تھے تو آپ وہ برتن لے آئے جس سے حضور ﷺ کے زمانہ میں وزن کیا جاتا تھا اس لئے امام ابویوسف نے ان کے قول کی تائید کی اور کہا اگر امام صاحب بھی یہاں ہوتے تو آپ رضی اللہ عنہ اس سے رجوع کر لیتے۔[24]

ایک لونڈی کا عجیب واقعہ:

بشر بن ولید کہتے ہیں کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنا یہ واقعہ کیا: گزشتہ رات میں سونے کے لئے اپنے بستر پر جا چکا تھا کہ اچانک کسی نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے اپنا تہہ بند لیا اور دروازہ کھولا تو وہاں ھرثمہ بن اعین تھے میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے کہا امیر المؤمنین آپ کو بلا رہے ہیں میں نے ان سے کہا آپ کچھ کریں میں اس وقت کیسے جاؤں انہوں نے انکار کر دیا پھر میں نے غسل کیا اور خوشبو لگا کر عمدہ لباس پہنا پھر ہم ہارون الرشید کے پاس آئے جب میں داخل ہوا تو اس نے کہا کون ہے میں نے کہا یعقوب اس نے کہا آجائیں اور اس کی دائیں جانب عیسی بن جعفر بیٹھا ہوا تھا میں نے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا اور آپ جانتے ہیں کہ میں نے اس وقت آپ کو کیوں بلایا ہے میں نے کہا نہیں پھر اس نے خود کہا میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ عیسی بن جعفر کے پاس لونڈی ہے میں نے اس سے کہا مجھے ھبہ کر دو اس نے انکار کر دیا بیچنے کا کہا تو اس سے بھی انکار کر دیا اللہ کی قسم اگر یہ دونوں کاموں سے کوئی ایک نہیں کرے گا تو میں اسے قتل کر دوں گا امام ابویوسف فرماتے ہیں میں نے اسے کہا تم کیوں اپنے آپ کو ذلت ورسوائی پر پیش کر رہے ہو خلیفہ سے لونڈی کو روک کر اس نے جواب دیا میں اسے بیچ نہیں سکتا اور نہ ہی ھبہ کر سکتا ہوں کیونکہ میں نے اسے طلاق دینے اور آزاد کرنے کی قسم اٹھائی ہے تو ہارون الرشید نے مجھے کہا اس میں کوئی صورت ہے جواز کی میں نے کہا ہاں یہ نصف آپ کو ھبہ کر دے اور نصف بیچ دے اب نہ ہی اس کی بیع ہوئی اور نہ ہی یہ

---

(62) البدایہ، ج:10، ص:180

موھوبہ ہے اس کے بعد عیسیٰ نے کہا کیا یہ جائز ہے ؟ میں نے کہا ہاں اس نے کہا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں میں نے اس کا نصف ہبہ کیا اور بقیہ نصف کو بیچا ایک لاکھ دینار کے بدلے پھر خلیفہ ہارون الرشید نے اس کے پیسے دیئے اور لونڈی پر قبضہ کر لیا، خلیفہ نے کہا ابھی ایک چیز باقی ہے اور وہ یہ کہ یہ لونڈی مملوکہ ہے اور میں اس کے ساتھ رات گزارنا چاہتا ہوں مجھے اس کی بہت طلب ہے امام ابو یوسف نے فرمایا اس کو آزاد کرو اور اس کے ساتھ نکاح کر لو اس صورت میں یہ آزاد ہو گی تو استبرائے رحم کی حاجت نہ ہو گی خلیفہ نے اسے آزاد کر دیا میں نے اس کا نکاح کر دیا خلیفہ کے ساتھ مسرور اور حسین کی موجودگی میں بیس ہزار دینار حق مہر پر خلیفہ نے کہا اب آپ تشریف لے جائیں پھر اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے کچھ انعام بھی بھیجا۔[25]

دو لڑکیوں کا واقعہ:

امام شمس الدین ذھبی رحمۃ اللہ علیہ حسن بن زیاد سے نقل کرتے ہیں: ہم ایک دن امام ابو یوسف کے گھر میں تھے کہ اچانک آپ رحمۃ اللہ علیہ ہارون الرشید کے گھر سے مسکراتے ہوئے آئے فرمایا میں تمہیں ایک مسئلہ بیان کرتا ہوں خلیفہ کے دربار کا اور وہ یہ کہ ارمینیہ کے قاضی کے پاس دو بچیاں جھگڑا لے کر آئیں مٹی کے برتن کے بارے، انہوں نے ان میں پانی بھرا اور رکھ دیا تھوڑی دیر آرام کے لئے تو ایک برتن دوسرے پر گرا اور دونوں ٹوٹ گئے دونوں قاضی کے پاس آئیں اور ہر ایک نے کہا اس کا برتن میرے برتن پر لگا ہے جس سے میرا برتن ٹوٹ گیا پس قاضی صاحب دونوں کی طرف دیکھنے لگے پریشان حالت میں انہیں یہ علم ہی نہیں ہو رہا تھا کہ مدعی کون ہے اور مدعی علیہ کون ہے، آخر قاضی صاحب نے قیم سے کہا انہیں تھوڑی دیر باہر رو کو ان دونوں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا پھر قاضی صاحب نے قیم سے کہا جاؤ ان کے لئے دو برتن خرید کر لاؤ اور

---

(63) تاریخ بغداد، ج:16، ص:359

ان دونوں کو راضی کرو، جب اگلا دن ہوا تو قاضی صاحب نے اپنے ایک جاننے والے سے پوچھا لوگ ہمارے اس فیصلہ کے بارے کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا لوگ اسے اچھا گمان نہیں کرتے اور کہتے ہیں قاضی ان کا مقروض بن گیا ہے، قاضی صاحب نے کہا سبحان اللہ! کیا وہ راضی نہیں ہوتے اس میں کہ میں اپنا پسندیدہ فیصلہ کروں اور مقروض ہو جاؤں جسے میں پسند نہیں کرتا، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ سے فرمایا: "یہ عقل مند قاضی ہے اس کے پاس تو ایک ہزار درھم زیادہ بھیج ہر شہر میں اس طرح کے لوگوں کو پیسے دینے کے لئے" حسن بن زیاد کہتے ہیں ہم نے کہا اس مسئلہ کا کیا جواب ہے؟ فرمایا: اگر ان دونوں نے انہیں رکھا تھا مسلمانوں کی راحت کے لئے تو ہر ایک دوسری کو توان دے گی اور اگر ایک نے مسلمانوں کے آرام کے لئے رکھا تھا اور دوسری نے کسی اور مقصد کے لئے تو اب صرف ثانی توان دے گی۔ [26]

مقتول ذمی کا واقعہ:

علامہ صیمری علی بن عمرو کا بیان نقل کرت ہیں: امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ایک مسلمان کو لایا گیا جس نے جان بوجھ کر ذمی کو قتل کیا تھا بینہ بھی اس پر قائم ہو گئی آپ نے اسے کید کرنے کا حکم دیا تا کہ اس سے قصاص لیا جاسکے جس دن اس کے قتل کا فیصلہ ہونے لگا تو مجلس میں قاتل کے وارثوں نے آپ کو کچھ رقعے دیئے جن میں سے ایک میں یہ تحریر تھا:

)یا قاتل المسلم بالکافر جرت وما العادل کالجائر(1-

)یا من ببغداد وأقطارھا من فقھاء الناس اوشاعر(2-

---

(64) مناقب الامام ابی حنیفۃ واصحابہ، ص:69

)جار علی الدین ابو یوسف بقتلہ المسلم بالکافر(3-

[27]فاسترجعوا وابکوا اجمیعا معا واصطبروا فالأجر للصابر(4-

ترجمہ:(1)اے مسلمان کو قتل کرنے والے کافر کے بدلے تونے اپنا فیصلہ جاری کیا حالانکہ عادل نہیں ہے ظالم کی طرح

(2)اے بغداد اور اس کے اطراف کے فقہاء یا شاعر میری فریاد سنوں!

(3)ابو یوسف نے فیصلہ جاری کیا ہے دین کی بنیاد پر مسلمان کو کافر کے بدلے قتل کرنے کا

(4)سو تم انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھو اور سارے مل کر آہ وبکاء کرو اور صبر کرو کیونکہ صابر کے لئے اجر ہے

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس رقعہ کو ہارون الرشید کے پاس لے گئے اور اسے ان اشعار کی خبر دی خلیفہ نے کہا: آپ کوئی حیلہ کریں! امام ابو یوسف عدالت میں واپس آئے اور مقتول کے ورثاء فرمایا: تم گواہی پیش کرو کہ مقتول جزیہ دیتا تھا وہ گواہی پیش نہ کر سکے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قصاص معاف کر دیا۔)

نبیذ کا واقعہ:

ابو معشر بیان کرتے ہیں: جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے نبیذ کو جائز قرار دیا جس کو "جمہوری" کہا جاتا ہے اور اسے اتنا پکایا جاتا ہے کہ دو تہائی ختم ہو جائے پھر اس پر پانی انڈیلا جاتا ہے پھر پکایا جاتا ہے پھر اس کو اتار لیا

---

(65) أخبار أبي حنيفة واصحابه، صفحة 105

جاتا ہے، ابو معشر کہتے ہیں لوگوں نے اس بات کا انکار کیا اور اس بارے امام ابو یوسف سے کلام کیا، ابو معشر کی مجلس میں ایک زاہد آیا کرتا تھا جب کبھی اس قول کا ذکر ہوتا تو وہ امام ابو یوسف کے بارے سخت کلامی کرتا ،ایک دن ابو معشر کی مجلس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے یوسف بھی حاضر ہوئے تو اس زاہد نے پھر وہی سخت کلامی شروع کر دی تب جناب یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس زاہد سے فرمایا: کیا مجھے جانتے ہو؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا میں اسی امام کا بیٹا ہوں جس کی تم تنقیص و تحقیر کر رہے تھے اللہ تعالیٰ ہم سب کی بخشش فرمائے ،زاہد نے کہا میرا یہ گفتگو کرنا اصلاح کے لئے تھا کسی برے مقصد کے لئے نہیں اور آج کے بعد میں کبھی بھی تمہارے والد صاحب کا برائی کے ساتھ ذکر نہیں کروں گا اور ابو معشر سے کہا یہ یہ لڑکا سردار ہے۔[28]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال زریں:

حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے کہ حکمت و دانائی مومن کی گم شدہ میراث ہے یعنی اس کو حاصل کرنا پڑھتا ہے اس کی تلاش و جستجو انسان کے کردار اور اس کی محنت پر مبنی ہے نیز یہ خاص لوگوں کا خاصہ ہے ہر فرد اس کا متحمل نہیں ہوتا ہم اکثر جناب لقمن علیہ السلام کے اقوال سنتے رہتے ہیں اور وہ کئی کتابوں میں بھی مزین ہیں کیونکہ ان کے بارے خود خالق کائنات نے فرمایا: ہم نے اس کو حکمت عطاء کی، ایسے ہی کئی حکماء، علماء، صلحاء کے اقوال زریں مشہور و متداول ہیں جن میں سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں آپ کے بھی حکمت بھرے اقوال ہمیں بڑے بڑے علماء کی کتب میں ملتے ہیں۔ اقوال کی اپنی ایک خاص تاثیر ہوتی ہے بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ کئی سالوں کی تبلیغ لگاتار وعظ و نصیحت انسان پہ اتنا اثر نہیں کرتی جتنا ایک مختصر سہ

---

(66) علامہ وکیع ضبی، ابو بکر محمد بن خلف بن حیان الضبی البغدادی، اخبار القضاۃ، ج:3، ص:256، عالم الکتب –بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1366ھ

قول کسی دانا کا دل میں اثر کرتا ہے اور پوری زندگی کو بدل دیتا ہے اگرچہ اس کی عبارت کم الفاظ پر مبنی ہوتی ہے مگر اس کا مفہوم انتہائی وسیع ہوتا ہے قائل کی بصارت کے اعتبار سے، قرآن مجید فرقان حمید میں بھی خود خالق کائنات نے حضرت لقمن کے اقوال نقل فرمائے ہیں جس سے ان کی مزید اہمیت واضح ہوتی ہے، ہم یہاں پہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے چند اقوال نقل کرتے ہیں جن کو بڑے بڑے علماء نے اپنی کتب میں نقل کیا۔

(1) ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ میں نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے : "من طلب المال بالکی-میاء افلس و من تتبع غرائب الحدیث کذب و من طلب العلم بالکلام ت-زندق" یعنی جو مال کو کیمیاء گری کے ذریعے طلب کرے تو وہ مفلس ہو جائے گا اور جو غریب حدیثوں کی تلاش میں نکلا وہ جھوٹا ہے اور جو علم کلام میں ہی پڑا رہے وہ زندیق ہے۔[29]

(2) "صحبۃ من لا ی-خشیٰ العار عار یوم القیامۃ" یعنی اس بندے کی صحبت جو ندامت سے نہیں ڈرتا قیامت کے دن رسوائی ہے۔[30]

(3) " رءوس النعم ثلاثۃ فاولھا نعمۃ الاسلام التی لا تتم الا بھا والثانیۃ نعمۃ العافیۃ التی لا تطیب الحیاۃ الا بھا والثالثۃ نعمۃ الغنی التی لا یتم العیش الا بھا" یعنی بڑی نعمتیں تین ہیں پہلی اسلام کی نعمت جس

---

(67) البدایہ، ج:10، ص:180

(68) تاریخ بغداد، ج:16، ص:359

کے بغیر انسان کا اسلام کامل نہیں دوسری عافیت کی نعمت ہے کہ زندگی صرف اسی سے پاکیزہ ہوتی ہے تیسری غنا کی نعمت ہے کہ زندگی اسی کے زریعے تام ہوتی ہے۔[31]

(4) "العلم شئ لا یعطیک بعضہ حتیٰ تعطیہ کلک" یعنی جب تک تم اپنا آپ پوری طرح علم کے سپرد نہیں کروگے تو تمہیں تھوڑا سی بھی علم حاصل نہیں ہوگا۔[32]

(5) "من اراد ان یتعلم الرای فلیأکل خبزا و بنا حتیٰ یحرق کبدہ ولا یأکل التین و العنب" جو علم فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ روٹی کھائے کافی پھلیوں کے ساتھ تاکہ اس کا جگر جل جائے، انجیر اور زیتون نہ کھائے۔(تاریخ بغداد، ج:16، ص:359)

(6) "مخاشنۃ الولاۃ ذل و مخاشنۃ القضاۃ فقر" امراء کی ناراضگی ذلت کا سبب ہے اور قاضیوں کی ناراضگی تنگدستی کا سبب ہے۔(مناقب الامام ابی حنیفۃ واصحابہ، ص:66)

(7) "العلم باکلام جہل" لڑائی جھگڑے سے علم حاصل کرنا جہالت ہے۔(تاریخ بغداد، ج:16، ص:372)

(8) "العلم بالخصومۃ و الکلام جہل و الجھل بالخصومۃ و الکلام علم" یعنی لڑائی جھگڑے کے زریعے علم کا حصول جہالت ہے اور لڑائی جھگڑے سے دور ہونا علم ہے۔(سیر اعلام النبلاء، ج:7، ص:472)

---

(69) وفیات الاعیان، ج:3، ص:391

(70) تاریخ بغداد، ج:16، ص:359

(9) آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا آپ نے کیسے علم حاصل کیا؟ فرمایا: میں نے علم حاصل کرنے میں کبھی جھجک محسوس نہیں کی جو نہ آتا وہ پوچھ لیتا اور نا ہی کبھی بتانے میں بخل کیا جو بھی میرے پاس علم حاصل کرنے آتا میں اسے بتا دیتا۔ (بیان جلالی صاحب، تقریب بسملہ کے موقع پر، 30مئی-2021)

(10) آپ رحمۃ اللہ علیہ قاضیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بہترین قاضی وہ ہے جو سب سے زیادہ انصاف کرنے والا، مخلوق پر رحم کرنے والا، دنیاوی لذتوں سے دور ہونے والا ہو۔ اگرچہ آپ کا یہ فرمان خاص ہے مگر اس میں ہر معاشرہ کے ہر فرد کے لئے پیغام محبت ہے اسے ان اوصاف کا حامل ضرور ہونا چاہیئے اگر وہ جہان میں کامیابی ورفعت چاہتا ہے۔

بعض اختلافی مسائل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات:

علماء اہل سنت و جماعت کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر دور میں عقائد حقہ پر بہت زور دیتے تھے اور اس میں کسی سے دو رائے نہیں رکھتے تھے چاہے وہ جتنا قریبی ہوتا بلکہ اگر کسی کا عقیدہ صحیح نہ ہوتا تو ان کے ہاں اس کی کوئی حیثیت نہ ہوتی نیز خود بھی انہوں نے کئی سزائیں برداشت کیں راہ حق میں آنے والے مظالم و مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا لیکن حق سے کبھی پیٹھ نہ پھیری امام محبت سیدنا و مولانا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر جو امراء نے ظلم کئے وہ کسی ذی عقل پر مخفی نہیں، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے دور میں عقائد حقہ کو بیان کیا اپنے تلامذہ تک پہنچایا جن میں سے کچھ کی تفصیل مذکور ہے۔

خلق قرآن کا مسئلہ:

اگرچہ ہمارے دور میں اس مسئلہ پر اتنی گفتگو نہیں کی جاتی مگر اوراق تاریخ میں اور علماء حقہ کی کتب سے ہمیں پتہ چلتاہے کہ یہ مسئلہ کسی دور میں بڑے عروج پر تھا خارجیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے یعنی انسانوں کی طرح یہ بھی حادث ہے اللہ کی صفت نہیں جبکہ علمائے اہل سنت کا نظریہ تھا کہ قرآن حادث نہیں بلکہ قدیم ہے اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کی صفات قدیم ہیں حدوث ان میں محال ہے، جب ہارون الرشید کا دور ختم ہوا تو اس کے بیٹے مامون الرشید نے اس مسئلہ کو بڑا عروج دیا اس نے کئی علماء کو اس کی وجہ سے ابدی حیات کی طرف منتقل کر دیا سب سے زیادہ اس نے امام احمد بن حنبل پر ظلم کیا لیکن آپ نے حق کو نہ چھوڑا، اس سے تھوڑا اوپر دور تھا امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا آپ نے بھی اس مسئلہ میں اپنا موقف بیان کیا چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"من قال القرآن مخلوق فحرام کلامہ و فرض مبای-نتہ ولا یجوز السلام ولا ردہ علیہ"[33] جو قرآن کو مخلوق کہے اس کا کلام سننا حرام ہے اور اس سے جدا ہونا ضروری ہے اس کو سلام کرنا اس کا جواب دینا جائز نہیں۔

ایسے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لایصلی خلف من قال القرآن مخلوق"[34] جو قرآن کو مخلوق کہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔

---

(71) البدایہ والنہایہ، ج:10، ص:180

(72) مناقب الامام ابی حنیفۃ واصحابہ، ص:67

حسن بن ابو مالک آپ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: " القرآن کلام اللہ و من قال کیف ولم و تعاطی مراء و مجادلۃ استوجب الحبس و الضرب البرح" قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور جو کہے: کیسے؟ اور کیوں؟ اور لڑائی جھگڑے پر اتر آئے تو ایسے شخص کو ہمیشہ کید کرنا اور سزا دینا واجب ہے۔

منکرِ علم باری تعالیٰ کے متعلق موقف:

علی بن جعد بیان کرتے ہیں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا لوگ کہتے کہ آپ اس بندے کی گواہی بھی جائز قرار دیتے ہیں جس کا یہ نظریہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ چیز واقع ہو جائے، فرمایا : تجھ پر افسوس ہے اگر ایسا شخص توبہ کرے تو ٹھیک و گرنہ اس کو قتل کیا جائے گا۔یعنی سائل کا مقصد یہ تھا کہ وہ بندہ اللہ جل جلالہ کے عالم الغیب ہونے کا منکر ہے (نعوذ باللہ من مثل ھذہ المفاسد) اور لوگ آپ پر تہمت لگاتے ہیں اس کی شہادت کو قبول کرنے کی قضایا وغیرہ میں آپ نے اپنا موقف بیان کر دیا کہ ایسے شخص کی سزا قتل ہے اسے معاف نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ اللہ جل جلالہ کا گستاخ ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق میں علماء کے اقوال:

علم حدیث میں کسی بھی شخصیت کو اس وقت معتبر اور قابل حجت جانا جاتا ہے جب اسے محدثین کی لسان پر ثقہ کہا گیا ہو کیونکہ ہر شخص اس بات کی اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ کسی راوی کے بارے اپنی تحقیق سے حکم لگائے بلکہ اس میں علماء جرح و تعدیل کی اقتداء ضروری ہے تاکہ راوی کے بارے صحیح حکم معلوم ہو سکے اور پھر یہ بات بھی اپنی جگہ الگ ضروری ہے کہ حکم لگانے والے امام کا طریق جرح و تعدیل، اس کا اسلوب اور اس کے اقوال کے صحیح محمل کا علم ہو صرف پڑھ کر ظاہری الفاظ کے مطابق حکم نہیں لگا سکتے اور یہ بھی کہ

کس کی جرح قبول ہے اور کس کی نہیں، مجمل جرح کا حکم کیا ہے وغیرہ بے شمار باتیں جن کا اولاً جاننا انتہائی ضروری ہے، حق یہی ہے کہ یہ کام اس فن کے بڑے ماہر علماء کا ہے لھذا عامیوں کا اس سے اجتناب ضروری ہے۔ یہاں ہم امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کے بارے اس فن کے ماہر بلکہ جو امام گزرے ہیں ان کے چند اقوال نقل کرتے ہیں، چناچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقال أحمد بن حنبل: "صدوق" الفاظ توثیق میں سے یہ بھی ایک لفظ ہے یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں سچے تھے، اس کے علاوہ بعض ناقلین جیسے علامہ قاسم بن قطلوبغا وغیرہ نے اپنی مصنفات میں امام احمد سے "ثقۃ" ہونا بھی نقل کیا ہے جو الفاظ تعدیل میں صدوق سے اوپر ہے لیکن ہمیں یہ لفظ نہیں مل سکا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے اس لئے ہم نے اس کا ترک مناسب سمجھا، ایک اور واقعہ بھی علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے آپ نے فرمایا: میں نے امام ابویوسف سے تین سالوں میں تین بو کس علم کے لکھے ہیں۔[35] واللہ اعلم

جرح وتعدیل کے مشہور امام ابوحاتم فرماتے ہیں: ناعبد الرحمن قال سألت ابی عن ابی یوسف یعقوب القاضی قال: " یکتب حدیثہ "[36] ترجمہ: عبد الرحمن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے امام ابویوسف کے بارے سوال کیا تو انہوں نے مجھے جواب دیا: کہ ان کی حدیث کو لکھا جائے گا۔

---

(134) ابن عماد حنبلی، ابو الفلاح عبد الحی بن احمد بن محمد العکری الحنبلی، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، ج:2، ص:367، دار ابن کثیر – دمشق، الطبعۃ الاولیٰ 1406ھ

(135) الجرح والتعدیل، ج:9، ص:202، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ

امام ابو بکر بیہقی "السنن الکبریٰ "میں فرماتے ہیں : " وَأَبُو يُوسُفَ ثِقَةٌ إِذَا كَانَ يَرْوِي عَنْ ثِقَةٍ"[37] اور ابویوسف" ثقہ " ہیں جبکہ وہ توروایت ہی ثقہ سے کرتے ہیں۔

علم حدیث کے مشہور اور متفق علیہ امام حاکم اپنی کتاب مستطاب " المستخرج علی الصحیحین" جس میں آپ نے وہ احادیث جمع کیں جو صحیح اور بخاری و مسلم کی شرائط پر تھیں لیکن ان میں مذکور نہیں تھیں ان حدیثوں میں سے دو میں امام ابویوسف کا واسطہ بھی آتا ہے آپ نے انہیں بھی تخریج کیا اور صحت کا حکم لگایا اور اس کتاب کے حاشیہ میں امام ذہبی نے بھی ان کی صحت کی تصدیق کیا جس سے پتہ چلا آپ امام حاکم اور ذھبی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے نذدیک ثقہ اور مضبوط راویوں میں سے ہیں،روایات ملاحظہ ہوں:

(1)حَدَّثَنَا الشَّيْخُ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ، أَنْبَأَ أَحْمَدُ بْنُ بِشْرٍ الْمَرْثَدِيُّ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، ثنا أَبُو يُوسُفَ الْقَاضِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، ثنا مُطَرِّفٌ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ إِيَاسٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما، قَالَ: " كَانَ الرَّجُلُ مِنَ الْعَرَبِ يَعْبُدُ الْحَجَرَ، فَإِذَا وَجَدَ أَحْسَنَ مِنْهُ أَخَذَهُ وَأَلْقَى الْآخَرَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عز وجل ﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ﴾ [الجاثية: 23] «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ »(التعليق من تلخيص الذهبي 3689 – صحيح)[38] امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: عرب کا ایک آدمی پتھر کی عبادت

---

(136) السنن الکبریٰ،لابو بکر البیھقی،ج:1،ص:512،دار الکتب العلمیہ–بیروت لبنان

(137) امام حاکم،ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری،المستدرک علی الصحیحین،ج:2،ص:491،دار الکتب العلمیہ–بیروت،الطبعۃ الاولیٰ 1411ھ

کرتا تھا جب وہ کوئی دوسرا پتھر پہلے سے زیادہ خوبصورت دیکھتا تو پہلے کو پھینک دیتا اور ثانی کی عبادت شروع کر دیتا اس کے بارے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَـٰهَهُ هَوَاهُ﴾ [الجاثیۃ: 23]، امام حاکم نے فرمایا اس حدیث کی سند صحیح ہے اور شیخین نے اسے تخریج نہیں کیا امام ذھبی نے تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(2) أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الشَّافِعِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ السُّلَمِيُّ، ثَنَا أَبُو صَالِحٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ شُرَحْبِيلَ الْقُرَشِيِّ، مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْخَطْمِيَّ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ إِلَّا بِمِئْزَرٍ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ مِنْ نِسَائِكُمْ فَلَا تَدْخُلِ الْحَمَّامَاتِ» فَرُفِعَ الْحَدِيثُ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَكَتَبَ إِلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنْ سَلْ مُحَمَّدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ وَاكْتُبْ بِمَا قَالَ. فَفَعَلَ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَنْ تُمْنَعَ النِّسَاءُ الْحَمَّامَاتِ «هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ» وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، هَذَا الَّذِي رَوَى عَنْهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ هُوَ أَبُو يُوسُفَ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ

مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ شُرَحْبِيلَ الْقُرَشِيِّ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ " صحيح ؛ التعليق - من تلخيص الذهبي"

ترجمہ: امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ جل جلالہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ جل جلالہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کے حقوق کا خیال رکھے اور جو اللہ جل جلالہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہئے کہ حمام میں تہبند کے بغیر داخل نہ ہو اور جو عورتیں اللہ جل جلالہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتی ہیں انہیں چاہئے کہ حمام میں بلکل داخل نہ ہوں۔ جب یہ حدیث پہنچی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تو انہوں نے خط لکھا ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کی طرف کہ اس حدیث کے بارے محمد بن ثابت سے پوچھو اور پھر مجھے جواب دو جو محمد بن ثابت کہیں انہوں نے جواب لکھ دیا تصدیق کے بعد تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ عورتوں کو منع کیا جائے حمام میں داخل ہونے سے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اسے امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں درج نہیں کیا، آگے آپ نے صراحت کر دی کہ لیث بن سعد جن یعقوب بن ابراھیم سے روایت کر رہے ہیں وہ امام ابو یوسف ہیں امام ذھبی نے اس کی تصدیق میں کہا کہ حدیث صحیح ہے ۔ قارئین کرام ذرا انصاف کی نظر سے دیکھئے جنہیں امام حاکم جیسے متفق علیہ امام ضعیف نہیں کہہ رہے بلکہ ان کی روایت کردہ حدیث کو صحاح میں شمار کر رہے ہیں تو آج کے دین سے دور اپنی جہالت پہ مجبور افراد کیوں ان کی جرح اور طعن و تشنیع پر تلے ہوئے ہیں اللہ جل جلالہ انہیں حقیقی سمجھ عطاء فرمائے۔ آمین

جرح وتعدیل کے مشہور امام یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بیٹے نقل کرتے ہیں: "وَسَأَلتهٗ عَنْ يَعْقُوب بن عتبة كَيفَ حَدِيثه فَقَالَ هُوَ ثِقَة" فرماتے ہیں میں نے اپنے والد صاحب سے امام ابویوسف کی حدیث کا حکم پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: وہ "ثقہ" ہیں۔[39]

مزید امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں: "كتبتُ عَن أَبِي يوسف وأنا أحدث عَنْهُ"[40] میں امام ابویوسف سے حدیث لکتا بھی ہوں اور آگے بیان بھی کرتا ہوں۔

علم حدیث کے مشہور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " أَبُويُوسُف القَاضِي ثِقَة "[41] ابویوسف " ثقہ " ہیں۔

فن حدیث کے بہت بڑے امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " وَكَانَ شَيخا متقنا "[42] ابویوسف متقی وپرہیز گار تھے۔

مزید فرماتے ہیں: "من الفقهاء المتقنين "[43] آپ ان فقہاء میں سے تھے جو متقی وپرہیز گار تھے۔

---

(138) امام یحیٰ بن معین، ابوزکریا ابن معین بن عون بن زیاد البغدادی، ص:230، دارالمامون للتراث–دمشق

(139) تاریخ بغداد، ج:14، ص:261

(140) امام نسائی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی النسائی، تسمیۃ من لم یروعنہ غیر رجل واحد، ص:124، دارالوعی–حلب، الطبعۃ الاولیٰ 1369ھ

(141) ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی الدارمی البستی، الثقات لابن حبان، ج:7، ص:645، دائرۃ المعارف العثمانیہ–حیدرآباد، الطبعۃ الاولیٰ 1393ھ

(142) مشاہیر علماء الامصار لابن حبان، ص:270، دارالوفاء–المنصورۃ، الطبعۃ الاولیٰ 1411ھ

مشہور ناقد و مؤرخ امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بارے فرماتے ہیں: "هُوَ الإِمَامُ، المُجْتَهِدُ ، العَلاَّمَةُ، المُحَدِّثُ، قَاضِي القُضَاةِ"[44] آپ مجتہد امام، علامہ، محدث اور اپنے دور کے قاضی القضاۃ تھے۔ اس کے علاوہ آپ کا مستخرج علی الصحیحین کے حاشیہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کی صحت کو برقرار رکھنا گزر چکا۔

امام ابویعلیٰ خلیلی فرماتے ہیں : "وَهُوَ صَحِيحُ الْمَذْهَبِ ، وَكَانَ شَدِيدًا عَلَى الْجَهْمِيَّةِ"[45] آپ صحیح مذھب پر تھے اور فرقہ جھمیہ کے سخت مخالف تھے۔

مزید فرماتے ہیں: "أَبُو يُوسُفَ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْقَاضِي الْأَنْصَارِيُّ صَدُوقٌ فِي الْحَدِيث"[46] آپ حدیث میں "صدوق" تھے۔

ابن تغزی بردی آپ کو درج ذیل القاب سے یاد کرتے ہیں : "الإمام العلّامة، فقيهُ العِراقَين، يعقوبُ بن إبراهيم الأنصاريُّ الكوفي، صاحبُ أبي حنيفة"[47] امام، علامہ اور عراقیوں کے فقیہ۔

---

(143) سیر اعلام النبلاء، ج:8، ص:535

(144) ابویعلیٰ الخلیلی، ابویعلیٰ خلیل بن عبد اللہ بن احمد بن ابراھیم القزوینی، الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث، ج:1، ص:402، مکتبۃ الرشد– الریاض، الطبعۃ الاولیٰ 1409

(145) حوالہ مذکور، ج:2، ص:569

(146) ابن تغری بردی، جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغری بردی بن عبد اللہ الظاہری الحنفی، النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ، ج: 2، ص:108، دارالکتب–مصر

ابن عبد الھادی آپ کو درج ذیل عظیم القاب سے یاد فرماتے ہیں: "أبو يوسف: يعقوب بن إبراهيم بن حبيب الإمام الحبر البحر الفقيه الحافظ قاضي القضاة الكوفي البغدادي. صاحب أبي حنيفة وخليفته في حلقته من بعده "[48] اپنے دور کے امام، بہت بڑے عالم، فقیہ، حافظ الحدیث، قاضی القضاۃ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے نائب تھے۔

مشہور مؤرخ ابن خلکان رقمطراز ہیں: "وهو صاحب أبي حنيفة رضي الله عنه، كان فقيهاً عالماً حافظا"[49] آپ امام اعظم کے مصاحب، فقیہ، عالم اور حافظ الحدیث تھے۔

مشہور حنفی محدث علامہ قاسم بن قطلوبغا فرماتے ہیں: "وهو أول من وضع الكتب في أصول الفقه على مذهب الإمام أبي حنيفة، وأملى المسائل، ونشرها، وبث علم أبي حنيفة في أقطار الأرض"[50] آپ نے سب سے پہلے اصول فقہ میں کتابیں لکھیں امام اعظم کے مذھب پر اور تمام مسائل کو لکھا اور انہیں پھیلایا اور زمین کے کونے کونے میں امام صاحب کے علم کو پہنچایا۔

متقدمین میں سے عظیم محدث ناسخ و منسوخ پر باقاعدہ کتب لکھنے والے امام ابن شاہین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت کو نقل کیا اور اسے برقرار رکھا اس پہ کوئی اعتراض نہیں کیا فرماتے ہیں: "وَقَالَ بن مَعِين أَبُويُوسُف

---

(147) ابن عبد الھادی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد الھادی الدمشقی، طبقات علماء الحدیث، ج:1، ص:421، مؤسسۃ الرسالہ–بیروت لبنان، الطبعۃ الثانیہ 1417ھ

(148) وفیات الاعیان، ج:6، ص:379، دار الصادر–بیروت

(149) ابن قطلوبغا، زین الدین ابو العدل قاسم بن قطلوبغا السودونی الحنفی، تاج التراجم، ص:317، دار القلم–دمشق، الطبعۃ الاولیٰ 1413ھ

ثِقَةٌ إِذا حدث عَن الثِّقَات "[51] امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں ابو یوسف ثقہ ہیں جب وہ ثقہ سے روایت لیں ۔یاد رہے یہ قید امام یحیٰ بن معین کی اپنی کتاب میں مذکور نہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

ابن غزی "دیوان الاسلام " میں لکھتے ہیں : " كان قاضي المشرق والمغرب، فهو قاضي القضاة على الحقيقة"[52] آپ مشرق و مغرب کے قاضی تھے اور حقیقت میں قاضی القضاۃ آپ ہی تھے۔

مشہور سلفی جمال الدین قاسمی لکھتے ہیں: '' كالإمام أبي يوسف والإمام محمد بن الحسن فقد فقد لينهما أهل الحديث - كما ترى في " ميزان الاعتدال " ولعمري لم ينصفوهما وهما البحران الزاخران، وآثارهما تشهد بِسَعَةِ عِلْمِهِمَا وَتَبَحُّرِهِمَا، بل بتقدُّمهما على كثير من الحفاظ. وناهيك كتاب " الخراج " لأبي يوسف و " موطأ " الإمام محمد. نعم كان ولع جامعي السُنَّةِ بمن طوف البلاد، واشتهر بالحفظ، والتخصص بعلم السُنَّةِ وجمعها، وعلماء الرأي لم يشتهروا بذلك لا سيما وقد أشيع عنهم أنهم يُحَكِّمُونَ الرَّأْيَ فِي الأثر، وإنْ كان لهم مرويات مسندة معروفة، رضي الله عن الجميع، وحشرنا وإياهم مع الذين أنعم الله عليهم "[53] ترجمہ: فقہاء کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام

---

(150) ابن شاہین، ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان البغدادی المعروف بابن شاھین، تارخ اسماء الثقات، ص:264، دارالسلفیہ –الکویت، الطبعۃالاولی 1404ھ

(151) شمس الدین ابن غزی، شمس الدین ابو المعالی محمد بن عبد الرحمن بن الغزی، دیوان الاسلام، ج:4، ص:401، دار الکتب العلمیہ–بیروت، الطبعۃالاولی 1411ھ

(152) جمال الدین قاسمی، محمد جمال الدین بن محمد سعید القاسمی، الجرح والتعدیل، ص:31، مؤسسۃ الرسالہ، الطبعۃ 1399ھ

محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں حضرات کو بعض محدثین نے "لین الحدیث" کہا، مجھے اپنی عمر کی قسم انہوں نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیاحالانکہ وہ تو موجیں مارتے سمندر رہیں اور اس پر ان کی وسعت علمی وانہماک کے آثار شاہد ہیں بلکہ ان کے کثیر محدثین پر اس شان میں بڑھ جانا واضح ہے اور تجھے کافی ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الخراج" اور امام محمد کی "موطا امام محمد"، ہاں اس کی محبت ڈالی گئی دلوں میں جس نے شہروں کا میں گھوم پھر حدیثوں کو جمع کیا اور اپنے حفظ میں مشہور ہوا اور خاص کر سنت کو جمع کرنے میں اسے جانا گیا جبکہ علماء الرای اس میں مشہور نہیں ہوئے اور ان پر یہ طعن لگادیا گیا کہ وہ اثر پر اپنے قیاس کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کے پاس مسند مرفوع روایات ہوں، اللہ جل جلالہ ہمارا اور ان کا ایسے لوگوں کے ساتھ حشر کرے جن پر اس نے انعام کیا۔ قارئین اس طرح ہی امام ابن عبد البر نے "الانتقاء" میں فرمایا: کہ یحیٰ بن معین کے علاوہ اکثر محدثین ان کے مخالف ہیں جیسا کہ وہ امام اعظم کے ہیں۔ یہ عبارت ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ہماری نہیں وہ بڑے تھے اس بات کا حق رکھتے تھے لیکن اے بھائی اللہ جل جلالہ تجھے اور مجھے اس راستے پر چلنے کی توفیق دے جو اسے پسندیدہ اور محبوب ہے علیک بمراحل اپنے اکابر پر طعن وتشنیع سے کلی احتراز کر چونکہ یہ بہت بڑی برائی وبے ادبی ہے جو غضب الہیٰ، برے راستے اور برے خاتمہ کا سبب بھی بن سکتی ہے اس کے علاوہ بھی کثیر رذائل کا موجب بنتی ہے لھذا اے بھائی علماء حقہ کی محبت لازمی ہے چاہے وہ جس دور کے ہوں، متقدمین کے دور میں خصوصا امام اعظم کے زمانہ مبارک میں جب ہر طرف علم حدیث اپنے زور پر تھا اور تمام علماء وصلحاء اسی کی طلب میں سفر کرتے تھے ایسے وقت میں فقہ کی بات کرنا یعنی قرآن وحدیث کے زریعے مسائل کا استنباط اگرچہ بے حد ضروری تھا مگر جب ہر جانب بات حدیث کی ہے اس لئے اس علم کے حاملین کو ابتداء اچھانہ سمجھا گیا اس میں ان کے کوئی اپنے ذاتی اختلاف نہیں تھے بلکہ وہ تو ہر

حالت میں چاہے خوشی ہو یا غم دین کو ترجیح دیتے تھے مگر جب وقت گزرا اور سب پر فقہاء کی ضرورت واضح ہوئی اور انہیں پتہ چل گیا کہ اگر قیاس کا مطلقا انکار کر دیا جائے تو پھر کئی مسائل کا وہ جواب نہ پا سکیں گے تو سب نے اسے تسلیم کیا اور ان کی وسعت نظری کی تعریف جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں بعض میں خود بڑے بڑے اجل محدثین نے ان فقہاء کی شان و عظمت اور سیرت و مناقب پر مستقل کتب تحریر کیں اور انہیں ثقات رواۃ میں شامل کیا، لیکن اے بھائی ہمیں کلام ان افراد پر ہے جو اس وقت بھی جب کہ حق کا سورج چار سو روشن اور پھیل چکا ان مبارک ہستیوں پر طعن و تشنیع کو اپنا موضوع سخن بناتے ہیں اور علی الاعلان ان کی شان اقدس میں نازیبا کلمات کی برسات کرتے ہیں ایسے افراد کو یوم آخرت کی فکر کرنی چاہئے یہ اکابرین کو اپنا سہارا نہیں بنا سکتے کیونکہ وہ اپنے قول، فعل اور عمل میں مخلص تھے اور مضبوط دلائل کی بنیاد پر دائرہ ادب میں رہتے ہوئے اختلاف کرتے جن کے حافظے سمندر کی مثل اور دماغ کمپیوٹر سے زیادہ تیز تھے درجنوں درجنوں کتب ان کے سینے میں محفوظ ہوتی تھیں اور آج کے ناقدین کی حالت سب پر عیاں ہے بیان کرنے کی ضرورت نہیں جو نہ تین میں آئیں اور نہ ہی تیرہ میں۔

دور قریب کے عظیم محدث عبد الحی لکھنوی فرماتے ہیں: " کان صاحب حدیث حافظًا"(54) امام ابو یوسف صاحب حدیث اور حافظ الحدیث تھے۔

مزید لکھتے ہیں: "وكان أبو يوسف هو المقدم من أصحاب الإمام وأول من وضع الكتب على مذهب أبي حنيفة وأملى المسائل ونشرها وبث علم أبي حنيفة في أقطار الأرض وله الأمالي والنوادر" اور امام ابو یوسف امام اعظم

---

(153) علامہ عبد الحی لکنوی، ابو الحسنات محمد بن عبد الحی الکھنوی، الفوائد البھیہ فی تراجم الحنفیہ، ص:225، دار السعادۃ–مصر، الطبعۃ الاولیٰ 1324ھ

کے شاگردوں میں سب سے زیادہ علم میں آگے تھے اور آپ نے ہی سب سے پہلے امام اعظم کے مذھب پر کتب لکھیں اور مسائل کی املاء کروائی اور انہیں پھیلایا اور امام صاحب کے علم کو پوری دنیا میں پہنچایا اور آپ کی امالی اور نوادر کے نام سے کتب بھی ہیں۔

قارئین ذی شان ان دلائل عظیمہ، باھرہ، غالبہ، جلیلہ، جمیلہ، ناصرہ، مؤثرہ سے بداں ہوا کہ سیدنا امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ علماء حقہ کے نزدیک ثقہ وعادل راوی ہیں اور آپ کی جرح کرنے والوں کے دلائل کی کوئی اصل نہیں، یہ تو چند لڑیاں ہیں جنہیں ہم نے محبت کے نگینوں اور سَچے سُچے موتیوں میں پرویا ہے وگرنہ بحمد اللہ ہمارے دامن میں ہزاروں دلائل ہیں جن کا سامنا کرنا مخالفین ومعاندین کے بس کی بات نہیں اور نہ ہی یہ مختصر سجلہ اس کی طاقت رکھتی ہے کہ اس میں سب دلائل بیان ہوں چونکہ ہمارا مقصد صرف انہیں کے بارے بحث کرنا نہیں، اس کے علاوہ بے شمار ایسی محدثین وناقلین ہیں جنہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر سے اپنی کتب کو مزین کیا اور آپ کا ثقہ وعادل ہونا اپنے نزدیک ظاہر کیا مثلاً: عظیم مفسر، ضخیم مؤرخ حافظ ابن کثیر اپنی شہرہ آفاق کتاب "البدایہ والنہایہ" میں آپ کی تعریف کرتے ہیں اور کئی اقوال آپ کی شان میں ائمہ ثقات کے نقل کئے، اپنے دور کے بہت بڑے محدث شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنفات میں آپ کی تعریف کی اور کئی اقوال علماء بھی نقل کئے، مشہور حنفی محدث شارح بخاری امام عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کی تعریف ہے، مشہور مفسر امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کا واصفین میں شامل ہیں، مزید دلائل کے لئے اور جرح کا تفصیلی جواب دیکھنے کے لئے فیصل خان رضوی کی کتاب "توثیق الصاحبین" کا مطالعہ فرمائیں اس کے علاوہ تراجم وکتب تاریخ کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

علم حدیث میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چند مشہور اساتذہ وتلامذہ کا تعارف:

جیسا کہ ماقبل بیان ہو چکا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ابتداء قاضی ابن ابی لیلیٰ کی مجلس میں گئے تھے تحصیل علم کے لئے ان کے علاوہ بھی کئی محدثین کے پاس گئے حدیث کے حصول کی خاطر چونکہ آپ کو شروع شروع میں صرف علم حدیث سے دلچسپی اس لئے زیادہ تر ایسے اساتذہ کی طرف رخ کیا لیکن جب امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں پہنچے تو علم حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ کا بھی شوق پیدا ہوا پھر آپ نے دونوں کو بڑی محنت و مشقت کے ساتھ مختلف اساتذہ سے حاصل کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خود بیان ہے کہ میں نے سترہ سال امام اعظم سے فیض اکتساب کیا، یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 113 ہجری میں ہوئی یہاں سے لے کر 150 ہجری میں اپنے عظیم استاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال پر ملال تک بچپن کے ایام نکال کر بقیہ سارے عرصہ میں آپ طلب علم میں مشغول رہے اور اس دوران کئی اساتذہ سے فیض برکت پایا پھر 150 ہجری سے لے 182 ہجری اپنے وصال تک آپ رحمۃ اللہ علیہ تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے اور تصنیف و تالیف کے زریعے حدیث و فقہ کی خدمت سر انجام دیتے رہے یعنی تقریبا 32 سال آپ نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزارے اس طویل عرصہ میں لاکھوں علم کے طالبین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض اکتساب اور تلمذ کا شرف حاصل کیا، یہاں ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علم حدیث میں چند اساتذہ و تلامذہ کا اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔فنقول وباللہ التوفیق

ھشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ:

ابو المنذر ھشام بن عروہ بن زبیر بن عوام القرشی الاسدی رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں پیدا ہوئے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں آپ کے پوتے تھے اور شہر مدینہ کے مشہور تابعین فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے اسی شہر مبارک میں اکسٹھ ہجری کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی چوتھے طبقہ کے رواۃ میں

آپ کا شمار ہوتا ہے بعد میں کوفہ بھی تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں کو علم سے سیراب کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل عظیم ہستیوں سے حدیث کا سماع کیا: خلیفہ حرمین شریفین حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹی دی اور مدینہ میں آنے والے مہاجرین کے گھروں میں پہلے بچے آپ ہی تھے جن کی ولادت ہوئی ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ، حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کا بھی شرف پایا اس کے علاوہ زیادہ تر حدیثیں آپ نے اپنے والد حضرت عروہ سے بیان کی ہیں، آپ سے روایت کرنے والوں میں حضرت یحییٰ بن سعید الانصاری، سفیان ثوری، مالک بن انس، ایوب سختیانی، ابن جریج یحییٰ بن سعید القطان، وکیع بن جراح اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دن خلیفہ منصور نے آپ سے عرض کی: کیا آپ کو وہ دن یاد ہے جب میں اور میری بہن آپ کے پاس آئے تھے اور آپ ستو کا شربت پی رہے تھے ہمارے والد نے آپ کے بارے نصیحت کی تھی ہمیں کہ ان کا حق نہ بھولنا؟ آپ نے فرمایا نہیں، جب آپ باہر تشریف لائے اس کے دربار سے لوگوں نے کہا آپ کو چاہئے تھا کہ کہہ دیتے مجھے علم ہے تاکہ خلیفہ آپ کی قدر زیادہ کرتا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ جل جلالہ نے سچ میں ہی بھلائی رکھی ہے۔ ابن سعد نے آپ کو ثقہ، ثبت، حجۃ اور کثیر الحدیث کہا، امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ اور امام فی الحدیث فرمایا، اس کے علاوہ علامہ عجلی ،یعقوب بن شیبہ وغیرہ نے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کی ہے۔

عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ:

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں آپ کا نسب بیان کیا ہے: الامام الحافظ محدث الکوفہ عطاء بن سائب الثقفی الکوفی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے رہنے والے تھے علم حدیث میں مشہور و معروف تھے درج ذیل اساتذہ سے آپ نے حدیث کا سماع کیا: سائب بن یزید، انس بن مالک، عبد اللہ بن ابی اوفیٰ، عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، ابو وائل، عمرو بن میمون، مجاہد، سعید بن جبیر وغیرہ، جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والوں میں اسماعیل بن ابی خالد ،سفیان ثوری، ابن جریج، ابو عوانہ، جعفر بن سلیمان، امام شعبہ، ابن علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ خلق کثیر نے آپ سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سماع کیا۔

امام شمس الدین ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر اعلام النبلاء میں آپ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے جسے امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا آپ نے فرمایا: عطاء بن سائب اللہ جل جلالہ کے بہترین بندوں میں سے تھے ہر رات میں پورے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ امام عجلی نے ان الفاظ کے ساتھ آپ کی توثیق فرمائی: "کان شیخا، قدیما، ثقۃ" امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کے زریعے آپ کی توثیق و تعدیل کی ہے: "عطاء ثقۃ ثقۃ، رجل صالح"

یحییٰ بن سعید الانصاری رحمۃ اللہ علیہ:

یحییٰ بن سعید بن قیس بن عمرو الانصاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں مدینہ شریف کے عالم تھے اور فقہاء سبعہ کے شاگرد تھے، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ستر ہجری سے قبل مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہوئے انصار کے قبیلہ بنو خزرج سے نسبی تعلق تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں درج ذیل اسماء بھی شامل ہیں: صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سائب بن یزید، ابی امامہ بن سھل، سعید بن مسیب،

قاسم بن محمد، علی بن حسین رضی اللہ عنہ، ابو سلمہ بن عبد الرحمن اور سعید بن یسار وغیرہ، آپ سے روایت کرنے والوں میں امام شہاب الزھری، ابن ابی ذاب، امام شعبہ، امام مالک، لیث بن سعد، ابراھم بن سعد یحییٰ بن سعید القطان اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی حدیث "انما الاعمال بالنیات" کے راوی ہیں یہ حدیث پہلے غریب تھی کیونکہ صحابہ میں اس کو بیان کرنے والے صرف جناب عمر رضی اللہ عنہ ہیں پھر آپ سے آگے حضرت علقمہ بن قیس اکیلے ہیں ان سے آگے حضرت یحییٰ بن سعید نے روایت کی اور ان سے آگے روایت کرنے والے دوسو کے قریب راوی ہیں یہاں سے اس حدیث کو شہرت حاصل ہوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی وجہ بھی بہت مشہور ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے حدیث کے بہت بڑے حافظ صرف تین دیکھے ہیں: اسماعیل بن ابی خالد، عبد الملک بن ابی سلیمان اور یحییٰ بن سعید الانصاری رحمۃ اللہ علیہ، حماد بن زید کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام ایوب سختیانی مدینہ گئے جب واپس آئے تو آپ سے کہا گیا مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یحییٰ بن سعید الانصاری۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے فرمایا: "اثبت الناس"، امام نسائی نے فرمایا: "ثقۃ، ثبت"

عبید اللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا نسب نامہ کچھ یوں ہے: عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن ابی حفص امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ القرشی العدوی ثم العمری المدنی، ابو عثمان آپ کی کنیت ہے، ستر ہجری کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی صغار تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے علم حدیث درج ذیل علماء عظام سے حاصل کیا: ام خالد بنت

خالد صحابیہ، سالم بن عبد اللہ بن عمر، قاسم بن محمد، حضرت نافع، عطاء بن ابی رباح، عمرو بن شعیب، ثابت بنانی وغیرہ، آپ سے ابن جریج، شعبہ، سفیان، حماد بن سلمہ، سلیمان بن بلال، عیسیٰ بن یونس، عباد بن عباد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حدیث کا سماع کیا۔

ابو بکر بن منجویہ آپ کے بارے فرماتے ہیں: عبید اللہ بن عمر مدینہ کے سرداروں میں سے اور قریش کے اخیار میں سے تھے علم، عبادت، شرف، حفظ اور اتفاق کے لحاظ سے، امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ کے بھائی عبد اللہ بن عمر بھی ان کی عزت و تکریم کرتے تھے اور ان کی حیات تک وہ حدیث بیان کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک امام مالک، ایوب اور عبید اللہ بن عمر میں سے کون زیادہ اثبت ہے حضرت نافع سے حدیث لینے میں؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "عبید اللہ أثبتھم، وأحفظھم، وأکثرھم روایۃ" عبید اللہ ان سب میں زیادہ پختہ مضبوط حفظ والے اور زیادہ حدیثیں روایت کرنے والے ہیں، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ثقات میں شامل کیا ہے اور امام نسائی نے آپ کو "ثقۃ، ثبت" جیسے القاب سے یاد فرمایا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا ذکر ہم پہلے مقدمۃ الکتاب میں کر چکے ہیں، یاد رہے امام ابو یوسف نے آپ سے صرف فقہ نہیں حاصل کی بلکہ کثیر احادیث بھی روایت کیں جیسا کہ اس پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب شاہد ہیں۔ قارئین کرام یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چند اساتذہ ہیں جن میں سے اکثر صحابہ کرام کے شاگرد اور ان کے تربیت یافتہ ہیں، اب چند تلامذہ کا تذکرہ بھی سن لیں:

تلامذہ کا تعارف:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

امام شمس الدین ذھبی نے خطیب بغدادی پر اعتماد کرتے ہوئے آپ کا نسب یوں بیان کیا ہے: "هو: الإمام حقا، وشيخ الإسلام صدقا، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد بن إدريس بن عبد الله بن حيان بن عبد الله بن أنس بن عوف بن قاسط بن مازن بن شيبان بن ذهل بن ثعلبة بن عكابة بن صعب بن علي بن بكر وائل الذهلي، الشيباني، المروزي، ثم البغدادي، أحد الأئمة الأعلام"[55]۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف کے رہنے والے تھے آپ کے بیٹے عبد اللہ بیان کرتے ہیں میرے والد ایک سو چونسٹھ ہجری کو ربیع الاول شریف کے مہینے میں پیدا ہوئے اور پندرہ سال کی عمر میں علم حاصل کرنا شروع کیا جس سال امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وصال پر ملال ہوا، بلاد عرب اور بقیہ سارے اسلامی ممالک کے چپہ چپہ میں آپ نے حدیث کے حصول کے لئے سفر کیا حتیٰ کہ حدیث کے ایسے امام بنے کہ آج تک کوئی آپ کی مثل پیدا نہیں ہو سکا آج بڑے بڑے علماء ان کا نام لے کر اپنا سینا ٹھنڈا کرتے ہیں، ان محدثین سے حدیث کا سماع کیا: عباد بن عباد المهلبي، ومعتمر بن سليمان التيمي، وسفيان بن عيينة الهلالي، وأيوب بن النجار، ويحيى بن أبي زائدة، وعلي بن هاشم بن البريد، وقران بن تمام، وعمار بن محمد الثوري، والقاضي أبي يوسف، اور علي بن المديني، ويحيى بن معين، ودحيم، وأحمد بن صالح، وأحمد بن أبي الحواري، ومحمد بن يحيى الذهلي، وأحمد بن إبراهيم الدورقي، وأحمد بن الفرات والحسن بن الصباح البزار، والحسن بن محمد بن الصباح الزعفراني، وحجاج بن الشاعر وغیرہ آپ سے روایت لینے والوں میں شامل ہیں۔

---

(154) سیر اعلام النبلاء، ج:11، ص:177-78

حضرت سفیان نے آپ کے وصال کے دن فرمایا: میں کیسے تمھیں حدیث بیان کروں حالانکہ آج لوگوں میں بہتر شخص وصال کر گئے ہیں، امام قتیبہ نے فرمایا: اگر سفیان ثوری نہ ہوتے تو ورع یعنی پرہیز گاری چلی جاتی اور اگر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے تو لوگ دین میں بدعت پیدا کر دیتے آپ "امام الدنیا" سارے لوگوں کے امام تھے، قارئین کرام آپ وہ ہستی ہیں جو کسی تعارف کی محتاج نہیں بچے بچے میں ان کی محبت مثل بحر موجزن ہے کئی لاکھ حدیثوں کو اپنے سینے میں محفوظ کیا ہوا تھا بڑے بڑے اجل ائمہ و علماء نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شان اقدس پہ مستقل کتابیں لکھیں لیکن یہ بات عیاں ہے کہ جو بارگاہ خدا میں جتنا زیادہ محبوب ہوتا ہے اس کی امتحان و ابتلاء بھی اتنا ہی زیادہ سخت ہوتا ہے خلق قرآن کے مسئلہ میں آپ کو بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے ذرا برابر بھی حق سے منہ نہ موڑا بلکہ تا وصال عقائد حقہ پر قائم رہے بدعت اور اہل بدعت کے سخت خلاف تھے بڑی سختی اور مضبوط دلائل سے ان کے نظریات کا رد کیا انہیں کے بارے آپ کے فرامین موجود ہیں فوائد حنابلہ وغیرہ میں جو فقیر نے اپنے شیخ زید مجدہ سے بالمشافہۃ ایک بیان کے دوران سنیں تھے چنانچہ فرماتے ہیں: "قبور اہل السنۃ روضۃ من ریاض الجنہ و قبور اہل البدعۃ حفرۃ من حفر النار" اہل سنت کی قبریں جنت کے باغوں میں سے باغ ہیں اور اہل بدعت کی قبریں جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھ ہیں، مزید فرمایا: "فساق اہل السنۃ اولیاء اللہ و زھاد اہل البدعۃ اعداء اللہ" اہل سنت کے گناہ گار لوگ بھی کسی معنی میں اللہ جل جلالہ کے ولی ہیں اور اہل بدعت کے بڑے عبادت گزار بھی اللہ جل جلالہ کے دشمن ہیں۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ المحدثین و امام الجرح و التعدیل حافظ الحدیث سیدنا و مولانا ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ 158 ہجری کو پیدا ہوئے بے شمار خوبیوں کے مالک تھے علم حدیث پہ گہری نظر تھی کئی حدیثوں کے حافظ تھے امام

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زمان اور خاص رفیق تھے انہیں یہ شرف حاصل ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ان کے شیخ بھی ہیں اور تلمیذ بھی یعنی ان سے کچھ حدیثیں سنی بھی ہیں اور انہیں بیان بھی کی ہیں درج بالا اساتذہ سے حدیث روایت کی ہیں: عبد اللہ بن المبارک، وھشیم، وإسماعيل بن عياش، وعباد بن عباد، وإسماعيل بن مجالد بن سعيد، ويحيى بن زكريا بن أبي زائدة، ومعتمر بن سليمان، وسفيان بن عيينه، وغندر، وأبي معاوية، وحاتم بن إسماعيل، وحفص بن غياث، وجرير بن عبد الحميد، وعبد الرزاق، ومروان بن معاوية، وهشام بن يوسف، امام ابو یوسف اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ان افراد نے حدیثیں لی ہیں: أحمد بن حنبل، ومحمد بن سعد، وأبو خيثمة، وهناد بن السري، وعدة من أقرانه، والبخاري، ومسلم، وأبو داود، وعباس الدوري، وأبو بكر الصاغاني، وعبد الخالق بن منصور، وعثمان بن سعيد الدارمي، وأبو زرعة، وأبو حاتم

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے فرمایا: یحیٰی بن معین سے حدیث کا سماع سینوں کے لئے شفاء ہے، ایسے ہی آپ نے فرمایا: یحیٰی بن معین حدیث میں پائی جانے والی غلطیوں کو جانتے ہیں، یعنی راوی نے کوئی زیادتی کی ہے یا کمی یا اس کے علاوہ اس میں کوئی علت ہے تو آپ اسے اپنے ملکہ سے جان لیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث پر اس قدر عبور اور مہارت حاصل تھی کہ امام احمد بن حنبل نے یہاں تک کہہ دیا آپ کے بارے: "کل حدیث لا یعرفہ یحیی بن معین، فلیس ھو بحدیث"[56] ہر وہ حدیث جسے یحیٰی بن معین نہیں جانتے تو وہ حدیث ہی نہیں ۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو امام الحدیث، ثقہ اور مامون لکھا، امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو امام کہا۔

علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ:

---

(155) سیر اعلام النبلاء، ج:11، ص:80

حافظ الحدیث و امام الجرح و التعدیل ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن جَعْفَر بن نجیح السعدی المعروف علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ 161 ہجری کو بصرہ میں پیدا ہوئے بعد بغداد بھی تشریف لائے اور وہاں کے لوگوں کو بھی علم حدیث سے روشن کیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مصاحب تھے، حدیث کے ساتھ ساتھ اس میں موجود علل، اضطراب اور سند یا متن میں پائی جانے والی غلطی کو اچھی طرح جان لیتے تھے ان اساتذہ سے حدیث کا سماع کیا : عبد اللہ بن جعفر وَ حَمَّاد بن زید و ھشیم وَ ابْن عیینۃ والدراوردی وَ ابْن وھب وَ عبد الْوَارِث والولید بن مُسلم وغندر وَ یحیی الْقطَّان وَ عبد الرَّحْمَن بن مہدی وَ ابْن علیۃ وَ عبد الرَّزَّاق، امام ابو یوسف، اور درج ذیل علماء کبار نے آپ سے اکتساب فیض کیا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں : الامام البخاری وَ أَبُو دَاوُد وَ أحمد بن حَنْبَل وَ مُحَمَّد بن یحیی الذهلی وَ إِسْمَاعِیل القاضی وَ صَالح جزرة وَ أَبُو خَلِیفَة الجمحی وَ أَبُو یعلی الموصلی وَ عبد اللہ البغوی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اپنے آپ کو کسی کے سامنے بھی چھوٹا نہیں جانا حدیث میں سوائے علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کے، امام ابو داؤد سے پوچھا گیا کہ اختلاف حدیث کو امام احمد زیادہ جانتے ہیں یا علی بن مدینی ؟ جوابا ارشاد فرمایا: علی بن مدینی اختلاف حدیث کا زیادہ علم رکھتے ہیں، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی حدیث میں وسعت اور باریک بینی کے متعلق فرمایا: گویا کہ اللہ جل جلالہ نے انہیں پیدا ہی اس کام کے لئے تھا۔

امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ:

شیخ الفقہاء و زینت المحدثین ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ 132 ہجری میں پیدا ہوئے شروع سے ہی آپ بہت زیادہ ذہین اور محنتی تھے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد امام ابو یوسف سے بھی شرف تلمذ پایا، باطنی علم و معرفت کے ساتھ ساتھ اللہ جل جلالہ نے

آپ کو حسن ظاہری بھی کمال عطاء فرمایا تھا یہاں تک جب امام اعظم کی مجلس میں آئے ابھی چھوٹی تھی اس لئے آپ نے انہیں فرمایا: میری ایک طرف میں بیٹھا کرو جب داڑھی کے بال آگئے پھر آپ کے سامنے بیٹھتے تھے حدیث وفقہ میں ہزار کے قریب کتب لکھیں درج ذیل اساتذہ سے سماع حدیث کیا: امام اعظم ابوحنیفۃ، ومسعر بن کدام، ومالک بن مغول، والأوزاعي، ومالک بن أنس، امام ابویوسف، آپ سے حدیث لینے والوں میں یہ علماء شامل ہیں: أبوعبید، وھشام بن عبید اللہ، وأحمد بن حفص فقیہ بخاری، وعمرو بن أبي عمرو الحراني، وعلي بن مسلم الطوسي، امام شافعی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا آپ نے یہ اتنے باریک مسائل کہاں سے لئے ہیں؟ فرمایا: امام محمد کی کتابوں سے، امام شافعی نے فرمایا: میں نے آپ سے دو اونٹوں کے بوجھ کے برابر کتب اٹھائی ہیں امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے الجامع الصغیر لکھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ امام مالک کے پاس تین سال گزارے اور پوری موطا کو آپ روایت کرنے والے ہیں۔

قارئین ذی احتشام یہ چند اسماء ہم نے بطور نمونہ پیش کئے ہیں وگرنہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہزاروں میں اساتذہ و تلامذہ ہیں، اس میں آپ نے دیکھا کہ کئی مقامات پر امام ابویوسف اور صحابی کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سند عالی ہے جس کی خاطر علماء ہزاروں میل کا سفر کرتے تھے، دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ بھی اپنے دور کے بہت بڑے امام گزرے ہیں اور پھر صرف حدیث میں نہیں بلکہ کوئی فن جرح وتعدیل کا ماہر تھا تو کوئی ناسخ ومنسوخ کا کسی کو فقہ میں کمال درجہ حاصل تھا تو کسی کو قضاء وغیرہ میں اور بعض ایسے بھی گزرے ہیں جو ہر فن میں امامیت کا مرتبہ رکھتے تھے جیسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن معین وغیرہ جن کا نام لئے بغیر فن حدیث پورا نہیں ہو سکتا، پھر آگے حدیث وفقہ اور دیگر

علوم کے چشمے یہاں سے ہی پھوٹے جو ہم تاریخ کے اوراق سے واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں مثلاً علم حدیث کو ہی لیں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے امام احمد نے لیا اور آگے صحاح ستہ کے اکثر مصنفین امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور بعض تو فتویٰ ہی آپ کے قول پر دیتے ہیں پھر ان کی کتب اور ان سے استفادہ کرنے والوں کا تو شمار ہی نہیں ہو سکتا، علم فقہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے لینے والوں میں بڑا نام امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو ہزار کے قریب کتب کے مصنف اور فقہ میں مسلم امام ہیں پھر امام محمد سے آگے روایت کرنے والوں مشہور اسم سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو فقہ کے عظیم امام در جنوں کتب کے مصنف صحاح ستہ کے مصنفین کے استاذ اور اکثر متقدمین محدثین کے پیشوا و امام ہیں، شعبہ قضاء کو لیں تو اس کے سارے معاملات ویسے ہی آپ کے ہاتھ تھے یعنی ان کی نگرانی، تربیت، کسی کو قاضی بنانا، ختم کرنا وغیرہ، اصول فقہ کا تو بڑے بڑے علماء کی لسان پر مصنف اول آپ ہی کو کہا جاتا ہے اس فن کے باقاعدہ اصول پہلی مرتبہ آپ نے ہی وضع کئے اور لکھے، ایسے ہی دیگر علوم ہیں مختلف افراد نے آپ سے حاصل کرکے پوری دنیا میں پھیلائے، المختصر ہم یہ کہہ سکتے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے علوم کو پوری دنیا میں پھیلایا اور ان کی عملی نفاذ کیا۔ فرضِیَ اللہُ عنہ

تصانیف:

سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دیگر بے شمار مصروفیات کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام بھی ساتھ جاری رکھا مختلف فنون پر کتابیں لکھیں جن میں سے بعض تو بہت مفصل و جامع ہیں اور بعض مختصر ہیں در حقیقت اکثر تصانیف آپ نے کسی کی فرمائش و التجا پر لکھیں جیسے کتاب الخراج، امالی وغیرہ جس طرح کی سائل نے فرمائش کی اس طرح کی آپ نے کتاب لکھ دی اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انداز بہت منفرد ہے کتاب کو قرآن، حدیث، صحابہ کے اقوال اور دیگر سلف و صالحین کی باتوں، آراء، قیاس و اجتہادات سے مزین

کرتے ہیں، جیسا کہ مخالفین و معاندین کا طریق رہا جب بھی وہ کسی اسلامی ریاست پر حملہ کرتے تو پہلے ان کی لائبریریوں کو جلا دیتے تا کہ ان کا علمی و روحانی ورثہ ختم ہو جائے اس طرح کے حادثات میں ہزاروں کتب کو جلا دیا گیا بعض کو نظر سمندر اور کچھ کو وہ اپنے ساتھ لے جاتے اسی لئے آج ہمیں کئی کتب کے اسماء تو مل جاتے ہیں دوسری کتب کے زریعے لیکن وہ کتابیں ہم دیکھنے سے محروم ہیں جیسے عظیم حنفی فقیہ و محدث اور صوفی بزرگ سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی بعض کتب کے اسماء ہمیں آپ کی شہرہ آفاق کتاب "کشف المحجوب" سے مل جاتے ہیں لیکن وہ کتابیں ہم نے کبھی کسی مکتب پہ پڑی نہیں دیکھیں کچھ ایسا ہی سیدنا امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوا کہ آج آپ کی بعض کتابیں نہیں ملتی اور بعض کے کچھ حصے ملتے ہیں اور کچھ نہیں ملتے جیسے کتاب الامالی یہ کئی جلدوں میں تھی لیکن آج نہیں نظر آتی ہاں اس کے کچھ اجزاء شیخ الاسلام علامہ زاہد الکوثری کے پاس تھے مگر وہ بھی کہیں مطبوع نظر نہیں آئے۔

عظیم حنفی محدث تلمیذ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا قاسم بن قطلوبغا نے اپنی کتاب "تاج التراجم" میں آپ کی درج ذیل کتب کے اسماء ذکر کئے ہیں: (1) "الامالی" (2) کتاب "الصلاۃ" (3) کتاب "الزکاۃ" (4) کتاب "الفرائض" (5) کتاب "البیوع" (6) کتاب " الحدود"(7) کتاب "الوکالۃ" (8) کتاب "الوصایا" (9) کتاب "الصید والذبائح " (10) کتاب "الغصب والاستبراء" (11) "املاء" اس کو بشر بن ولید نے روایت کیا ہے اور یہ چھتیس اجزاء پر مشتمل تھی اس میں آپ نے تفریعات کا ذکر کیا ہے، (12) "اختلاف الأمصار" (13) کتاب "الرد علی مالک بن أنس" (14) کتاب "الخراج" یہ ہارون الرشید کے کہنے پر لکھی تھی،(15) "الجوامع" یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن خالد کے لئے لکھی تھی اور یہ چالیس اجزاء پر مشتمل ہے،ابن ندیم نے "الفہرست" میں (16) کتاب "الصیام" کا

بھی اضافہ کیا ہے[57]۔ ان کے علاوہ یہ کتب بھی آپ کی تصنیف شدہ ہیں:(18) کتاب "الآثار" اس کو آپ کے بیٹے نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے،(19) "النوادر" (20) "ادب القاضی" (21) "اختلاف ابن ابی لیلیٰ و ابی حنیفہ" (22) "الرد علی سیر الاوزاعی" (23) کتاب "فی اصول الفقہ" (24) "مسند الامام ابی یوسف" (25) "المبسوط" (26) "المخارج فی الحیل"۔ قارئین کرام ان کتب کے اسماء ہمیں ملے ہیں مختلف مقامات سے اب ہم ان میں سے مطبوع کتب کا آپ کو اختصار کے ساتھ تعارف پیش کرتے ہیں۔

کتاب الخراج:

سیدنا امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں سے اگرچہ یہ کتاب مختصر ہے مگر اپنے اسلوب، تفہیم اور بیان کے لحاظ سے سب سے جامع ہے اور اب یہی کتاب سب سے زیادہ پڑھی بھی جاتی ہے اسے آپ نے خلیفہ ہارون الرشید کے کہنے پر لکھا،اس میں آپ نے خراج کے مسائل بیان کئے ہیں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یعنی مال غنیمت مجاہدین میں کسے تقسیم ہو گا زکوۃ کس پر فرض ہے اور کس پر نہیں ذمیوں سے خراج وصول کرنے کے مسائل، عشر کے احکام اور مال فیئ وغیرہ المختصر جتنے مسائل بھی مال دینے اور لینے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں بالخصوص مالیاتی مسائل کا اس میں جامع بیان موجود ہے اور یہ اس فن پر منفرد کتاب ہے

کتاب کے آغاز میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس کے لکھنے کی وجہ تسمیہ اور خلیفہ کو بہت اہم وصیتیں بھی کیں ہیں اور اسے رعایہ پر رحم و کرم کا حکم اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے چناچہ دیکھئے آپ لکھتے ہیں: "هَذَا مَا كَتَبَ بِهِ أَبُو يُوسُفَ رحمہ اللہ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ هَارُونَ الرَّشِيدِ أَطَالَ اللهُ بَقَاءَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، وَأَدَامَ لَهُ الْعِزَّ فِي تَمَامٍ

(156) تاج التراجم، ص:317

مِنَ النِّعْمَةِ، وَدَوَامٍ مِنَ الْكَرَامَةِ، وَجَعَلَ مَا أَنْعَمَ بِهِ عَلَيْهِ مَوْصُولاً بِنَعِيمِ الآخِرَةِ الَّذِي لَا يَنْفَدُ وَلَا يَزُولُ، وَمُرَافَقَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَيَّدَهُ اللَّهُ تَعَالَى سَأَلَنِي أَنْ أَضَعَ لَهُ كِتَابًا جَامِعًا يُعْمَلُ بِهِ فِي جِبَايَةِ الْخَرَاجِ، وَالْعُشُورِ وَالصَّدَقَاتِ وَالْجَوَالِي"[58] ترجمہ: یہ وہ کتاب ہے جسے ابو یوسف نے امیر المؤمنین ہارون الرشید کی طرف لکھا ہے، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ خلیفہ کو ہمیشہ باقی رکھے اور اس کی عزت و کرامت یعنی خلافت کو دوام بخشے اور جو نعمتیں اسے دنیا میں دی ہیں آخرت میں ان کے بدلے بہتر عطاء فرمائے جو ختم نہیں ہونگی اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا پڑوس عطاء فرمائے، امیر المؤمنین نے مجھ سے سوال کیا - اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ انہیں باقی رکھے - ایسی جامع کتاب لکھنے کا جسے وہ استعمال کر سکیں خراج، عشر، صدقات اور جزیہ وصول کرنے میں، خلیفہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَمْرَيْنِ أَحَدُهُمَا لِلآخِرَةِ وَالآخَرُ لِلدُّنْيَا، فَاخْتَرْ أَمْرَ الآخِرَةِ عَلَى أَمْرِ الدُّنْيَا، فَإِنَّ الآخِرَةَ تَبْقَى وَالدُّنْيَا تَفْنَى" اور جب تو دیکھے کہ تیرے سامنے ایک دینا کا معاملہ ہے اور ایک آخرت کا تو آخرت کو دنیا پر ترجیح دے کیونکہ آخرت سدا رہنے والی ہے اور دنیا کچھ دن بعد فنا ہو جائے گی۔ مزید صفحہ پندرہ میں فرمایا: "فَاحْذَرْ أَنْ تُضَيِّعَ رَعِيَّتَكَ فَيَسْتَوْفِيَ رَبُّهَا حَقَّهَا مِنْكَ وَيُضَيِّعَكَ أَجْرَكَ وَإِنَّمَا يُدَعَّمُ الْبُنْيَانُ قَبْلَ أَنْ يَنْهَدِمَ" اور بچ اپنی رعایا کو ضائعہ کرنے سے وگرنہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ تجھ سے ان کے حقوق طلب فرمائے گا اور تیرے اجر کو ضائعہ کردے گا، بیشک دیوار کو گرنے سے پہلے مضبوط کیا جاتا ہے۔

کتاب میں موجود روایات و آثار کی تعداد:

---

(157) ابو یوسف، یعقوب بن ابراھیم بن حبیب الکوفی ثم بغدادی، کتاب الخراج، ص:13، المکتبۃ الازھریہ - للتراث

مرفوع روایات تقریبا223، موقوف آثار تقریبا299 اور مقطوع تقریبا200 ہیں۔

چند مرفوع و موقوف روایات کی مثالیں:

(1) حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم: « مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ أَنْجَى لَهُ مِنَ النَّارِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ » قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: « وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَلَوْ أَنْ تَضْرِبَ بِسَيْفِكَ حَتَّى يَنْقَطِعَ، ثُمَّ تَضْرِبَ بِهِ حَتَّى يَنْقَطِعَ، ثُمَّ تَضْرِبَ بِهِ حَتَّى يَنْقَطِعَ » امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کے اعمال میں سب سے زیادہ جہنم سے بچانے والا عمل ذکر اللہ ہے، صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! کیا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی؟ فرمایا: ناہی اللہ جل جلالہ کے راستے میں جہاد کرنا اس کے برابر ہے اگرچہ تجھے شہید کر دیا جائے پھر شہید کر دیا جائے پھر شہید کر دیا جائے، اخیر کلمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔

سند میں موجود راویوں کی وضاحت:

یحیٰی بن سعید الانصاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے امام احمد کا قول "اثبت الناس" اور امام نسائی کا فرمان "ثقة، ثبت" گزر چکا مزید تفصیل کے لئے مذکورہ سطور کا مطالعہ فرمائیں، ابوزبیر محمد بن مسلم القرشی الاسدی المکی رحمۃ اللہ علیہ کو امام ذھبی نے "الامام، الحافظ، صدوق" کہا جبکہ امام یحیٰی بن معین اور امام نسائی انہیں "ثقہ" کہا، ابو عبد الرحمن طاؤس بن کیسان الفارسی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ کو امام یحیٰی بن معین اور امام زرعہ رازی نے "ثقہ" کہا اور امام ابن حبان نے "عباد الیمن، مستجاب الدعوۃ" کہا نیز آپ کے بارے کہا کہ انہوں نے چالیس حج کئے،

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں جن کے بارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب سے زیادہ علم فرائض جاننے والے ہیں، یاد رہے ان راویوں کی حدیثیں بخاری و مسلم میں بھی ہیں جس سے پتہ چلا مذکورہ حدیث پاک شیخین کی شرطوں پر بھی صحیح ہے۔

(2)حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم: « غَدْوَةٌ أَوْ رَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا » نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل جلالہ کے راستے میں صبح و شام کرنا یہ دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

راویوں کی وضاحت:

ابو عبد اللہ محمد بن عجلان القرشی المدنی کو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل القاب سے یاد کیا ہے: الامام، القدوۃ، الصادق، بقیۃ الاعلام وکان فقیہا، مفتیا، عابدا، صدوقا، کبیر الشان، امام یحییٰ بن معین، سفیان بن عیینہ اور ابو حاتم الرازی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کی ہے، مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا حلقہ حدیث سجتا تھا، ابو حازم سلمان الاشجعی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ کو امام احمد اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے "ثقہ" کہا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے منقول ہے کہ آپ نے پانچ سال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں صحابہ میں حافظ الحدیث کہا جاتا ہے اور جن کے مناقب عالیہ کسی ذی عقل پہ مخفی نہیں، یاد رہے یہ حدیث پاک مسلم شریف میں بھی موجود ہے۔

(3)وَحَدَّثَنِي أَبَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم: « مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ » نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ جل جلالہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے۔

راویوں کی وضاحت:

ابان بن ابی عیاش اگرچہ ضعیف راوی ہے لیکن یہ حدیث پاک اس کے علاوہ درجنوں کتب میں موجود ہے مثلاً نسائی شریف، مسند امام احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ جس سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے اور درجہ صحت میں آجاتی ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی بے شمار آپ کے مناقب و فضائل ہیں۔ قارئین دیکھئے یہ چند احادیث ہم نے بطور نمونہ پیش کی ہیں جو کئی ماخذ میں موجود ہیں۔

کتاب کی فہرست وطباعت:

کتاب مذکور ایک مقدمہ دو ابواب پر مشتمل ہے ہر باب میں کئی فصلیں ہیں، مکتبہ سلفیہ–القاہرہ اور الازھریہ وغیرہ سے کئی بار طبع ہو چکی ہے، کئی زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں۔

الرد علی سیر الاوزاعی:

یہ کتاب بھی سیدنا امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اسے آپ نے اپنے مشفق و مہربان استاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دفاع میں لکھا تھا، ہوا کچھ یوں کہ ایک مرتبہ امام اعظم نے اپنے تلامذہ کو سیرۃ پر ایک کتاب کی املاء کروائی اور لکھنے والوں میں کسی کا نسخہ سیدنا امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچ گیا چونکہ وہ خود بہت بڑے فقیہ

تھے اس لئے کئی مقامات پر اختلاف کیا اور اس کے مقابل اپنی کتاب لکھی جس میں امام اعظم کی سیر کا رد کیا جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے اپنے کریم استاذ کے دفاع اور احقاق حق کے لئے کتاب مذکور لکھی، اس میں موجود لفظ "سیَر" سیرۃ کی جمع ہے جس کی وضاحت سیدنا امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مبسوط" میں کچھ اس طرح کی ہے: "اعْلَمْ أَنَّ السِّيَرَ جَمْعُ سِيرَةٍ وَبِهِ سُمِّيَ هَذَا الْكِتَابُ لِأَنَّهُ بَيَّنَ فِيهِ سِيرَةَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُعَامَلَةِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ وَمَعَ أَهْلِ الْعَهْدِ مِنْهُمْ مِنْ الْمُسْتَأْمَنِينَ وَأَهْلِ الذِّمَّةِ وَمَعَ الْمُرْتَدِّينَ الَّذِينَ هُمْ أَخْبَثُ الْكُفَّارِ بِالْإِنْكَارِ بَعْدَ الْإِقْرَارِ وَمَعَ أَهْلِ الْبَغْيِ الَّذِينَ حَالُهُمْ دُونَ حَالِ الْمُشْرِكِينَ وَإِنْ كَانُوا جَاهِلِينَ وَفِي التَّأْوِيلِ مُبْطِلِينَ" جان لے کہ "سیر" سیرۃ کی جمع ہے اور اسی سے اس کتاب کا نام رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں کے معاملات کو بیان کیا جاتا ہے حربی کفار، اہل ذمہ، امن طلب کرنے والے، مرتدین، اور باغیوں کے ساتھ۔[59]

اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا انداز بہت منصفانہ ہے امام اوزاعی کے اقوال و دلائل کو بھی نقل کیا ہے ساتھ ہی امام اعظم کا موقف بیان کیا ہے اور پھر دونوں میں سے ایک کو ترجیح دی ہے دلائل کی بنیاد پر دیکھئے چند اقتباسات: (1) "قَالَ أَبُو يُوسُفَ سُئِلَ أَبُو حَنِيفَةَ رضي الله عنه عَنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ دَخَلَ دَارَ الْحَرْبِ بِأَمَانٍ فَاشْتَرَى دَارًا أَوْ أَرْضًا أَوْ رَقِيقًا أَوْ ثِيَابًا فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ قَالَ أَمَا الدّور والأرضون فَهِيَ فَيْءٌ لِلْمُسْلِمِينَ وَأَمَّا الرَّقِيقُ وَالْمَتَاعُ فَهُوَ لِلرَّجُلِ الَّذِي اشْتَرَاهُ وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ رحمه الله فَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم مَكَّةَ عُنْوَةً فَخَلَّى بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَأَرْضِيهِمْ وَدُورِهِمْ بِمَكَّةَ وَلَمْ يَجْعَلْهَا فَيْئًا"[60]

---

(158) شمس الائمہ سرخسی ، شَمْسُ الْأَئِمَّةِ وَفَخْرُ الْإِسْلَامِ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَدُبْنُ اَبِي سَهْلٍ السَرَخْسِي، المبسوط ، ج : 10 ، ص : 2 ، مطبعۃ السعادۃ –مصر

(159) الرد علی سیر الاوزاعی، ص:117، احیاء المعارف النعمانیہ–حیدرآباد

ترجمہ: امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا اس مسلمان کے بارے جو دار الحرب میں امان لے کر داخل ہوا اور وہاں سے گھر، زمین، غلام، کپڑے وغیرہ میں سے کوئی چیز خریدی پھر مسلمان اس ملک پر قابض ہو گئے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمین اور گھر تو مسلمانوں کے لئے مال فئی ہونگے، غلام اور سامان خریدنے والے مسلمان کو مل جائے گا، اور امام اوزاعی نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو جنگ کے زریعے فتح کیا اور مہاجرین کو ان کی زمینیں اور گھر دے دیئے اور انہیں مال فئی نہیں بنایا۔ یعنی امام اعظم کا نقطہ نظر یہ تھا کہ مسلمان دار الحرب سے کوئی چیز خریدے پھر مسلمان اس ملک پر جنگ کے ساتھ فتح حاصل کرلیں تو اب خریدنے والے مسلمان کو صرف منقولی اشیاء ملیں گی غیر منقولی نہیں، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام اوزاعی کی دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہاجرین کو سب کچھ دینا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے چونکہ فتح مکہ کے یوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کر دیا تھا، آگے اور بھی دلائل ذکر کئے آخر میں فرمایا: فَالْقَوْلُ فِيهِ كَمَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَضِيَ اللهُ "اس مسئلہ میں صحیح قول امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ہی ہے۔

(2) "قَالَ أَبُو يُوسُفَ سُئِلَ أَبُو حَنِيفَةَ رضي الله عنه عَنِ الرَّجُلِ يَسْرِقُ مِنَ الْغَنِيمَةِ وَقَدْ كَانَ أَبُوهُ فِي ذَلِكَ الْجُنْدِ أَوْ أَخُوهُ أَوْ ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٌ أَوِ امْرَأَةٌ سَرَقَتْ مِنْ ذَلِكَ وَ زَوْجُهَا فِي الْجُنْدِ فَقَالَ لَا يُقْطَعُ وَاحِدٌ مِنْ هَؤُلَاءِ وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى يُقْطَعُونَ وَلَا يَبْطُلُ الْحَدُّ عَنْهُمْ" (حوالہ مذکور، ص: 121) ترجمہ: امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام اعظم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا اس مرد یا عورت کے بارے جس نے مال غنیمت میں سے کچھ مال چوری کیا اور اس لشکر میں اس کا والد یا بھائی یا کوئی اور ذی محرم رشتے دار موجود تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس صورت میں بھی ہاتھ کاٹنا ضروری ہے اور ان سے حد ساقط نہیں ہو گی، امام ابویوسف فرماتے ہیں اس صورت میں حد جاری نہیں کی جائے گی

حضور ﷺ کے فرمان کی وجہ سے: " انت (و) مالک لِاَ بیکَ " یعنی تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کے لئے ہے، پوری حدیث پاک ملاحظہ ہو: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، وَيَحْيَى بْنُ حَكِيمٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخبرنا حَجَّاجٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فقَالَ: إِنَّ أَبِي اجْتَاحَ مَالِي فَقَالَ: « أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ » وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: « إِنَّ أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَطْيَبِ كَسْبِكُمْ، فَكُلُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ » [61] حضرت جابر فرماتے ہیں ایک بندے نے آکر حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ میرا والد میرا مال لینا چاہتا ہے تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا: تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے، اور مزید فرمایا: تمہاری اولاد تمہارا سب سے پاکیزہ مال ہے تو کھاؤ ان کے مال سے۔

کتاب کی فہرست وطباعت:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کتاب مذکور میں ہر مسئلہ کو الگ باب کے تحت لاتے ہیں اور اس میں فصلیں وغیرہ نہیں بنائیں، معارف نعمانیہ ھند اور ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ سے چھپ چکی ہے۔

اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلیٰ:

اس کتاب میں سیدنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو اساتذہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان پائے جانے والے فقہی اختلاف کو بڑے احسن انداز میں بیان کیا ہے اور پھر مضبوط دلائل کے ساتھ صحیح مذہب کو ترجیح بھی دی ہے مثلاً دیکھئے: "قال أبو يوسف رضي الله عنه: وإذا ادعى الرجل على الرجل دعوى وجاء بالبينة، فإن أبا حنيفة رضي الله عنه كان يقول: لا نرى عليه يمينا مع

---

(160) سنن ابن ماجہ، ج:3، ص:392

شھودہ. ومن حجتہ في ذلک أنہ قال: بلغنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنہ قال: « الیمین علی المدعی علیہ والبینۃ علی المدعی » فلا نجعل علی المدعی مالم یجعل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لا تحول الیمین عن الموضع الذي وضعھا علیہ النبي صلی اللہ علیہ وسلم. وبہ نأخذ وکان ابن أبي لیلی یقول: علی المدعی الیمین مع شھودہ، وإذا لم یکن لہ شھود لم یستحلفہ وجعل الیمین علی المدعی علیہ"[62] اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ایک آدمی نے دعویٰ کیا اور گواہ بھی پیش کر دیئے اب اس سے گواہوں کے ہوتے قسم نہیں لی جائے گی حضور ﷺ کے فرمان کی وجہ سے: قسم مدعیٰ علیہ پر ہے جبکہ گواہ لانا دعویٰ کرنے والے کا کام ہے، اور ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں اس سے قسم بھی لی جائے گی۔

(2) "قال أبو یوسف: ولو ارتھن الرجل رھنا فوضعہ علی یدی عدل برضا صاحبہ فھلک من عند العدل وقیمتہ والدین سواء، فإن أبا حنیفۃ رضي اللہ عنہ کان یقول: الرھن بما فیہ وقد بطل الدین. وبہ نأخذ. وکان ابن أبي لیلی یقول: الدین علی الراھن کما ھو والرھن من مالہ لأنہ لم یکن في یدي المرتھن إنما کان موضعا علی یدي غیرہ" سیدنا امام ابویوسف فرماتے ہیں: جب کسی بندے نے چیز گروی رکھی عادل مرد کے پاس اپنے صاحب کے اجازت کے ساتھ پھر وہ چیز ہلاک ہوگئی اور قرضہ و دین دونوں برابر ہیں امام صاحب فرماتے ہیں اس مسئلہ میں اس آدمی کا قرضہ ادا ہو جائے گا اور یہی ہمارا مذہب ہے، اور ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں اس پر قرض باقی

رہے گا کیونکہ مرہونہ چیر اس کی پاس تھیں ہی نہیں (حوالہ مذکور، ص:53)

---

(161) اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلیٰ، ص:79، مطبعۃ الوفا–مصر

کتاب کی طباعت وفہرست :

اس کتاب کو بھی امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ابواب میں تقسیم کیا ہے اور اس میں فصول نہیں بنائیں، معارف نعمانیہ اور مطبعۃ الوفا وغیرہ سے چھپ چکی ہے۔

کتاب الآثار:

اس کتاب میں سیدنا امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول مرفوع، موقوف اور مقطوع آثار کو جمع کیا ہے، کتاب ھذا کا موضوع بھی فقہ ہے یعنی فقہ کے حوالہ سے آپ نے اس میں اقوال جمع کئے ہیں اور فقہی انداز پر ہی اس کی ابواب بندی کی ہے، کتاب کا اسلوب انتہائی سہل ہے، اس کو روایت کرنے والے آپ کے بیٹے امام یوسف ہیں، کل روایات کی تعداد اس میں (1067) ہے جن میں سے 221 مرفوع حدثیں ہیں اور 330 موقوف روایات ہیں باقی تابعین کے آثار ہیں، دیکھئے چند امثلہ :

(1) حدثنا یوسف بن أبي یوسف قال: حدثنا أبو یوسف قال: حدثنا أبو حنیفة، عن أبي سفیان، عن أبي نضرة، عن أبي سعید الخدري رضي اللہ عنہ، عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم أنہ قال: «الوضوء مفتاح الصلاۃ، والتکبیر تحریمھا، والتسلیم تحلیلھا، وفي کل رکعتین فسلم، یعني التشھد، ولا تجزئ صلاۃ إلا بفاتحۃ الکتاب ومعھا شيء»[63]

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وضوء نماز کی چابی ہے اور تکبیر اس کی تحریم ہے اور سلام اس کی تحلیل ہے اور ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور نماز جائز نہیں ہوتی مگر فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی اور سورۃ کو ملانے کے ساتھ۔

---

(162) کتاب الآثار، ص:1، بیروت

سند میں موجود راویوں کی وضاحت:

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات تفصیلا گزر چکے فلتراجع ھنا، ابو سفیان طلحہ بن نافع الواسطی العراقی کو امام ابو زرعہ نے "ثقہ" لکھا ہے اور امام ذھبی نے "صدوق" کہا امام احمد نے فرمایا ان سے حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں، ابو نضرہ العبدي المنذر بن مالک قطعہ البصری کو امام ذھبی، یحیٰی بن معین، امام نسائی وغیرہ نے "ثقہ" کہا آپ کثیر صحابہ کرام سے روایت کرنے والے ہیں، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے مناقب عیاں ہیں۔

(2) "قال: حدثنا یوسف عن أبیہ عن أبي حنیفة، عن حماد، عن إبراھیم، عن علي رضي اللہ عنہ أنہ قال في اختاري: « إن اختارت زوجھا فواحدة یملک الرجعة، وإن اختارت نفسھا فواحدة بائنة" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص کے بارے جس نے اپنی بیوی سے کہا تجھے اختیار ہے: اگر عورت اپنے زوج کو اختیار کرے تو ایک طلاق رجعی ہو گی اور اگر اپنے آپ کو اختیار کرے تو طلاق بائنہ واقع ہو گی۔(حوالہ مذکور، ص: 139)

راویوں کی وضاحت:

سند مذکور کے تمام راویوں کا تعارف گزر چکا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابی رسول، اسد اللہ ہیں جن کے مناقب سے اگاہی بے حد ضروری ہے اور یہ سند فقیر کے نزدیک گویا کہ سلسلۃ الذھب ہے کما "زین العابدین عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ"

(3) "یوسف عن أبیہ، قال: حدثنا أبو حنیفة، عن حماد، عن إبراهیم، أنہ قال: « ارفع یدیک في التکبیرة الأولی في افتتاح الصلاة، ولا ترفع یدیک فیما سواها" حضرت ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پہلی تکبیر میں نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھ بلند کرو اور اس کے علاوہ ہاتھ نہ اٹھاؤ۔(حوالہ مذکور، ص:20)

راویوں کی وضاحت:

پہلے تعارف گزر چکا ہے فلیذھب ھنا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور حجت حدیث:

جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ احناف میں وہ ہستی ہیں جن کا حدیث میں حافظ، ثقہ، امام ہونا سب کو مسلم ہے ایسی ہی حدیث کی اتباع چاہے وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو آپ اس پر عمل کرتے ہیں اپنے اصحاب کی مثل اور اس کے مقابل قیاس ترک کر دیتے ہیں، کئی مقامات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اصحاب سے اختلاف کیا اس کی بنیادی اور بڑی وجہ یہی ہے کہ آپ کسی نہ کسی اثر کا سہارا لے کر اختلاف کرتے ہیں چاہے وہ مرفوع ہو یا موقوف یا پھر مقطوع اس کی کثیر امثلہ کتب فقہ سے دیکھی جاسکتی ہیں مگر یاد رہے اس کا یہ مطلب بلکل نہیں کہ دیگر ائمہ احناف نے اس اثر کو ترک کر دیا بلکہ وہ کسی اور حدیث یا نص قرآنی کو دلیل بناتے ہیں جو اس اثر سے ان کے نزدیک زیادہ مضبوط ہوتی ہے جبکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ، ایسی ہی جو کتب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک، امام اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ کے جواب میں لکھیں ان میں جہاں بھی آپ کو ان کے دلائل مضبوط نظر آئے تو ان کے مذہب کو ترجیح دے دی یہ آپ کا منصفانہ مقام ہے جس کے حامل بہت قلیل افراد ہوتے ہیں خصوصاً جب وہ کسی کے ساتھ اپنے نظریات کا تقابل کر

رہے ہوں ایسی جگہ بہت کم لوگ ہی غیر کی بات کو فوقیت دیتے ہیں بلکہ حتیٰ الامکان ان کی کوشش اپنے ہی مدعی کو ترجیح دینا ہوتی ہے، دیکھئے چند مختلف فیہ مقامات اور اختلاف کا سبب:

(1)"خيار الشرط جائز في البيع للبائع والمشتري ولهما الخيار ثلاثة أيام فما دونها والأصل فيه ماروي: أن حبان بن منقذ بن عمرو الأنصاري رضي الله عنه كان يغبن في البياعات، فقال له النبي عليه الصلاة والسلام « إذا بايعت فقل لا خلابة ولي الخيار ثلاثة أيام » ولا يجوز أكثر منها عند أبي حنيفة وهو قول زفر والشافعي وقالا: يجوز إذا سمى مدة معلومة لحديث ابن عمر رضي الله عنهما أنه أجاز الخيار إلى شهرين"[64] خیار شرط جائز ہے بیع میں بائع و مشتری کے لئے اور خیار کی مدت دونوں کے لئے تین دن یا اس سے کم جائز ہے زیادہ نہیں اور دلیل اس میں حضرت حبان بن منقذ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے کہ انہیں بیع میں دھوکا ہو جاتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: جب بیع کرو تو ساتھ یہ کہو کوئی دھوکا نہیں مجھے تین یوم کا اختیار ہے، اور تین دن سے زیادہ جائز نہیں امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک اور اسی طرح امام زفر و شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہے جبکہ صاحبین فرماتے ہیں: تین دن سے زیادہ بھی جائز ہے جب وہ معین مدت بیان کر دے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کی وجہ سے کہ انہوں نے دو مہینے تک خیار جائز قرار دیا۔ مذکورہ مثال میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب سے اختلاف حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے کیا ہے حالانکہ جس حدیث کو امام صاحب نے دلیل بنایا ہے وہ مرفوع اور صحیح ہے جبکہ قول ابن عمر سند کے لحاظ سے غریب ہے۔ مزید جب صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی فرع بیان کی کہ جب کوئی بندہ کہے: اگر میں تین دن یا چار دن کے اندر

---

(163) امام مرغینانی، برہان الدین ابو الحسن علی بن ابو بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی، ہدایہ، ج:3، ص:29، احیاء التراث العربی- بیروت لبنان

پیسے نہ دوں تو ہمارے درمیان کوئی بیع نہیں، اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اختلاف نقل کیا کہ تین دن تک یہاں بھی بیع جائز ہے اور یہ پہلی صورت کے حکم میں ہے مگر تین یوم سے زیادہ جائز نہیں شیخین کے نزدیک اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بھی پہلے کی طرح جائز قرار دیا، چونکہ خیار شرط خلاف قیاس نص سے ثابت ہے اس لئے مشہور قاعدہ کی بنیاد پر مزید اشیاء کو ہم اس پہ قیاس نہیں کرسکتے اس لئے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں زیادہ یوم قرار نہیں دیا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والمآل

(2) "وإذا اشترى الرجل ناقة، أو بقرة، أو شاة، على أنها لبون، ثم حلبها مرة بعد مرة، فتبين له بنقصان لبنها، أنها مصراة: فإنه يرجع على بيعها بنقصان عيبها، وليس له ردها عليه بوجه وقال أبو يوسف بعد ذلك: يردها وقيمة صاع من تمر، واللبن له"[65] اور جب کسی بندہ نے دودھ والی اونٹنی، گائے یا بکری خریدی پھر اس کا دودھ دوہا تو وہ پہلی مرتبہ سے کم نکلا اس جانور کے مصراۃ ہونے کی وجہ سے (امام طحاوی نے "مصراۃ" کی وضاحت یہ کی ہے کہ اس نے اس جانور کا دودھ دو تین دن تک نہ دوھیا تاکہ جمع ہو جائے اور مشتری کو زیادہ لگے ویسے یہ حوض کا نام ہے) تو اب یہ عیب کا رجوع کرسکتا ہے بیع ختم نہیں کرسکتا جبکہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ بیع بھی ختم کرسکتا ہے ساتھ میں ایک صاع کھجوروں کا دے گا اور دودھ خود رکھ لے گا۔ اب دیکھئے اس عیب کی بنیاد پر دیگر ائمہ نے فرمایا: بیع ختم نہیں ہوسکتی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جائز قرار دیا اس حدیث پاک کی وجہ سے: حدثنا ابن أبي عمر حدثنا سفيان عن أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ رسول الله صلى الله عليه وسلم «مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ. إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا. وَصَاعًا من تمر، لا سمراء»[66]

---

(164) امام ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص، شرح مختصر الطحاوی، ج:3، ص:62، البشائر الاسلامیہ، الطبعۃ الاولیٰ 1431ھ

(165) صحیح مسلم شریف، ج:3، ص:1159، بیروت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مصراۃ بکری خریدی تو اسے اختیار ہے اگر چاہے تو اسے روک لے اور اگر چاہے تو اسے واپس لٹادے کھجوروں کے صاع کے ساتھ نہ کے گندم کے صاع کے ساتھ، یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے اور بہت سے ماخذ حدیث میں موجود ہے، لیکن ائمہ احناف میں سے ابو بکر جصاص نے شرح مختصر طحاوی میں جس کا حوالہ ابھی اوپر گزرا، امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے "التجرید" کی کتاب البیوع مسئلہ 602 میں اور وکیل احناف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "فتح باب العنایہ شرح نقایہ "کی کتاب البیوع فصل فی خیار العیب میں اس حدیث پاک کا تفصیلی جواب دیا ہے ہم اختصار کے ساتھ ان جوابوں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

(1) مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہونے کی وجہ سے اس میں بہت اضطراب ہے۔

(2) یہ حدیث اس قرآنی آیت کے مخالف ہے ﴿فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ﴾ کیونکہ اس میں بکری کے ساتھ ساتھ کھجوروں کا ایک صاع دینے کا بھی حکم ہے جو دودھ کا عوض نہیں ہو سکتا اس کے منافع ہونے کی وجہ سے۔ فلیتدبر

(3) جو کھجوروں کا صاع دیا جائے گا اس کی قیمت دودھ سے زیادہ ہے اس لئے اس میں ربا کا احتمال ہے اور مشتری کا اس میں نقصان بھی ہے،

(4) یہ سنت مشہور اور اجماع کے بھی مخالف ہے۔

(5) یہ حدیث پاک مشہور فقہی اصول کے بھی مخالف ہے کہ: مثل یا قیمت تب لازم ہوتی ہے جب اصل فوت ہو جائے یا اس کو لٹانا مشکل ہو، مزید تفصیل کے لئے مذکورہ کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

(3)"قال محمد: وبهذا نأخذ إن تصدق بذلك في حياته وصحته كان ذلك من جميع ماله. وإذا تصدق في مرضه كان ذلك من ثلثه. وأما أبو حنيفة فكان لا يجيز ذلك إلا أن يجعله وصية بعد موته"[67] اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ وقف کی چیز میں ملکیت ثابت ہو گی یا نہیں صاحبین کے نزدیک اگر وقف حالت صحت میں کی ہے تو کل کا مالک ہو جائے گا اگر حالت مرض میں کی ہے تو ثلث میں ملکیت ثابت ہو گی جبکہ امام صاحب فرماتے ہیں جسے چیز وقف کی گئی ہے وہ مالک نہیں ہو گا حتیٰ کہ وقف کرنے والا وصیت کرے یا حاکم اجازت دے، اس مسئلہ میں بھی صاحبین نے حدیث کی وجہ سے اختلاف کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: عن نافع مولى عبد الله بن عمر: أن عمر بن الخطاب كانت له أرض تدعى ثَمْغ، قال: وكان نخلاً نفيساً. فقال عمر رضي الله عنه لرسول الله جميه!: إنِّي قد استفدت مالاً وهو عندي نفيس، أفأتصدق به؟ فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: « تصدق بأصله لا يباع ولا يوهب ولا يورث ولكن لتنفق ثمرته » . قال: فتصدق عمر به، یہ حدیث بخاری و مسلم اور اس کے علاوہ درجنوں کتب میں موجود ہے ،اس مسئلہ میں امام صاحب رضی اللہ عنہ کے دلائل پڑھنے کے لئے شرح معانی الآثار کے باب "الصدقات الموقوفات" اور امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی مبسوط "کتاب الوقف "کا مطالعہ کریں۔(حوالہ مذکور)

(4) « لَيْسَ فِي الْخَضْرَاوَاتِ صَدَقَةٌ » اور « لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ » ان دو حدیثوں کی وجہ سے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پانچ وسق سے کم میں عشر نہیں اور سبزیوں میں بلکہ عشر نہیں ہے۔ جبکہ امام صاحب کے دلائل درج ذیل ہیں: ﴿يا أيها الذين آمنوا أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض﴾[البقرة:267] وقوله عز وجل ﴿وآتوا حقه يوم حصاده﴾[الأنعام:141] اور نبی کریم صلی اللہ علیہ

(166) اصل لمحمد بن حسن الشیبانی،ج:12، ص:96، دار ابن حزم–بیروت، الطبعۃ الاولیٰ 1433ھ

وسلم کے فرامین : «ماسقتہ السماءففیہ العشر وماسقي بغرب، اَو دالیۃ ففیہ نصف العشر» اور «مَا اَخۡرَجَتُ الۡاَرۡضُ فَفِیۡہِ الۡعُشۡرُ» ۔ مزید تفصیل کے لئے مبسوط "کتاب الشرب" اور التجرید "کتاب الزکوۃ" مسئلہ 334 کا مطالعہ فرمائیں۔

اقوال صحابہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:

قارئین کرام جس طرح امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحاب کی طرح ہر قسم کے قیاس و اجتہاد پر حدیث مرفوع کو مقدم کرتے ہیں اسی طرح اقوال صحابہ کو بھی ہر مقام میں فوقیت و مقدم رکھتے ہیں جہاں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو وہاں قول صحابی کو ہی تقدیم ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پھر خاص طور اقوال صحابہ میں بھی اجل کے اقوال کو فوقیت دیتے ہیں جیسے خلفاء راشدین اور دیگر فقہاء صحابہ جو علم و فضل میں مقدم ہیں ان کے اقوال، فیصلے، آراء، اجتہادات کو اختیار کیا جاتا ہے جب درپیش مسئلہ میں حدیث نہ ہو چناچہ دیکھئے امام ابو بکر الرازی سیدنا امام ابوالحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: "عَنۡ اَبِي الۡحسن الۡكَرۡخِي رحمہ اللہ اَنہ كَانَ يَقُول اَرى اَبَايُوسُف يَقُول فِي بعض مسَائِلِ الۡقيَاس كَذَا اِلَّا اَنِّي تركته للأثر وَذَلِكَ الۡأَثر قَول وَاحِد من الصَّحَابَة فَهَذِهِ دلَالَة بَيِّنَة من مذۡهبه على تَقۡدِيم قَول الصَّحَابِيِّ على الۡقيَاس "[68] امام ابوالحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے بعض مسائل میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آپ فرماتے تھے: اس مسئلہ میں قیاس یہ ہے مگر میں اس کو چھوڑ رہا ہوں اثر کی وجہ سے، اور یہ اثر کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا قول ہوتا یہاں سے واضح ہو گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ قول صحابی رضی اللہ عنہ کو قیاس پر مقدم کرتے تھے۔ مذکورہ عبارت نقل کرنے کے

---

(167) اصول السرخسی،ج:2،ص:105،دارالمعرفۃ—بیروت۔ الفصول فی الاصول للجصاص ، ج : 3 ، ص : 361 ، وزارۃ الاوقاف رحمۃ اللہ علیہ الکویتیہ ، الطبعۃ الثانیہ 1414 ھ

بعد امام ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے "فصول" میں اور امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے "اصول" میں اس پر بہت سی امثلہ بھی نقل کی ہیں چند ایک ملاحظہ ہوں:

(1) "وَقَدْ قَالَ أَصْحَابُنَا: فِيمَنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ وَقْتَ صَلَاةٍ أَنْ لَا قَضَاءَ عَلَيْهِ، إِلَّا أَنَّهُمْ تَرَكُوا الْقِيَاسَ لِمَا رُوِيَ عَنْ عَمَّارٍ: أَنَّهُ أُغْمِيَ عَلَيْهِ يَوْمًا وَلَيْلَةً فَقَضَى" اور ہمارے اصحاب -ادام اللہ جل جلالہ فیوضھم- نے فرمایا ہے اس شخص کے بارے جو ایک دن اور رات بیہوش رہا کہ اس پر قضاء نہ ہو قیاساً مگر انہوں اس کو چھوڑ دیا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے فعل مبارک کی وجہ سے کہ ان پر ایک دن اور رات بے ہوشی طاری رہی تو انہوں نے اپنی نمازوں کی قضاء فرمائی۔

(2) "وَسَأَلْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَمَّا يَخْرُجُ مِنَ الْبَحْرِ مِنْ حِلْيَةٍ وَعَنْبَرٍ؛ فَإِنَّ فِيمَا يَخْرُجُ مِنَ الْبَحْرِ مِنَ الْحِلْيَةِ وَالْعَنْبَرِ الْخُمُسُ؛ فَأَمَّا غَيْرُهُمَا فَلَا شَيْءَ فِيهِ. وَقَدْ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ وَابْنُ أَبِي لَيْلَى رَحِمَهُمَا اللَّهُ يَقُولَانِ: لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ السَّمَكِ وَأَمَّا أَنَا فَإِنِّي أَرَى فِي ذَلِكَ الْخُمُسَ وَأَرْبَعَةَ أَخْمَاسِهِ لِمَنْ أَخْرَجَهُ؛ لِأَنَّا قَدْ رُوِينَا فِيهِ حَدِيثًا من عُمَرَ رضي الله عنه، وَوَافَقَهُ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ فَاتَّبَعْنَا الْأَثَرَ وَلَمْ نَرَ خِلَافَهُ قَالَ أَبُو يُوسُف رحمه الله: حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عِمَارَةَ عَنْ عَمْرِو بن دِينَار عَنْ طَاوُس عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه اسْتَعْمَلَ يَعْلَى بْنَ أُمَيَّةَ عَلَى الْبَحْرِ؛ فَكَتَبَ إِلَيْهِ فِي عَنْبَرَةٍ وَجَدَهَا رَجُلٌ عَلَى السَّاحِلِ يَسْأَلُهُ عَنْهَا وَعَمَّا فِيهَا؛ فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ إِنَّهُ سَيْبٌ مِنْ سَيْبِ اللَّهِ فِيهَا وَفِيمَا أَخْرَجَ اللَّهُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ مِنَ الْبَحْرِ الْخُمُسُ قَالَ: وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ: وَذَلِكَ رَأْيِي"[69]

عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ سمندر سے جو چیز نکلے اس میں خراج ہے یا نہیں اس میں جمہور کا یہی مذہب ہے کہ اس میں کچھ لازم نہیں مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زیورات اور عنبر میں خمس ہے بقیہ میں کچھ لازم

(168) کتاب الخراج، ص:82

نہیں اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل بنایا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کو جس کی موافقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی کی ہے، جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ کسی کی ملک نہیں اس لئے جو چاہے نکال لے اس میں کچھ لازم نہیں ہوگا اور پھر اس اثر کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بن عمارہ سے نقل کیا ہے جو ضعیف راوی ہیں امام احمد نے انہیں متروک الحدیث کہا ہے ثانی یہ بھی کہ حضرت ابن عباس سے اس کا خلاف بھی مروی ہے۔

(3) "وَقَالَ أَبُوحنیفَۃَ وَ أَبُویُوسُف رحمھمَا اللہ فِیمَن اشْتری شَیْئاً علی أَنہ (إِن) لم ینْقد الثّمن إِلَی ثَلَاثَۃ أَیَّام فَلَا بیع بَینھمَا فَالْعقد فَاسد فِي الْقیَاس ترکْنَاہُ لأثر یرْوی عَن ابْن عمر" امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف نے فرمایا اس شخص کے بارے جس نے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ اگر وہ پیسے تین دن کے اندر نہ دے تو ان کے درمیان کوئی بیع نہیں تو قیاساً یہ بیع فاسد ہے مگر ہم نے قیاس کو چھوڑ دیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کی وجہ سے۔[70]

(4) "وَقَالَ أَبُویُوسُف وَمُحَمّد إِذا ضَاعَ الْعین فِي یَد الْأَجِیر الْمُشْترک بِمَا یُمکن التَّحَرُّز عَنہُ فَھُوَ ضَامِن لأثر رُوِيَ فِیہِ عَن عَليّ رضي اللہ عنہ"[71] امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا: جب عینی چیز ہلاک ہو گئی اجیر مشترک کے قبضہ میں اور اسے اکٹھا کرنا ممکن تھا تو اجیر اس کا ضامن ہو گا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کی وجہ سے۔ قارئین کرام یہ چند امثلہ ہم نے پیش کی ہیں جن سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذاتی رائے پر حدیث کو مقدم رکھتے تھے چاہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہو یا کسی صحابی کا، اللہ جل جلالہ ان کے مزید درجات بلند فرمائے اور معاندین کو حق سمجھنے کی توفیق سعید عطاء فرمائے۔

---

(169) اصول السرخسی، ج:2، ص:106

(170) حوالہ مذکور

وصال:

جو ستارہ بھی طلوع ہوا اسے ضرور کسی نہ کسی وقت غروب ہونا ہے ہر مہکتے چمن میں پھولوں کی بہار میں ایک نہ ایک دن خزاں کا بسیرا ہونا ہے سب مسافروں کو اپنی منزل کی طرف کبھی نہ کبھی رواں ہونا ہے، بڑی بڑی مقتدر ہستیاں اس جہان فانی میں تشریف لائیں زمانے میں ان کی شان و عظمت کے سکے چلتے تھے جن کی حیات لاکھوں افراد کے دلوں کی دھڑکن تھی جن کے وجود سے چمن میں ہر طرف چراغاں طوطی و بلبل کی نغمہ سرائی تھی آج وہ ہمیں نظر نہیں آتیں دوسری طرف اس دھرتی پہ کچھ ایسے افراد بھی تھے جن کا وجود انسانیت کے لئے باعث عار جن کا ذکر تاریخ کے اوراق میں ندامت و رسوائی کا سبب ہر آن مظلوموں کی آہیں جن کا مقدر تھا، یہ اتار چڑھاؤ تو آتا رہا لیکن دنیا و آخرت میں کامیابی اسی کا مقدر بنی کو اپنے خالق و مالک کے حضور مطیع و فرمابردار رہا اس کے رسولوں پر ایمان لایا خلق خدا کی محبت کو اپنے دل میں بسایا، ان سب میں علم اور اہل کی شان یکتا و منفرد ہے جسے قرآن نے بھی بیان کیا حدیث رسول ﷺ نے بھی عام کیا اسی لئے فرمایا گیا: موت العالم کموت العالم عالم کی وفات پورے جہاں کی موت ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی جو زمین میں امام اعظم کا عکس تھے اہل علم و حکمت کے منظور نظر تھے جن سے لوگوں نے امام صاحب کے جام محبت کو پیا اپنی حیات جاوداں کا ان سے راز لیا جن کے افکار و انوار سے آج بھی دھرتی کا چپہ چپہ روشن ہے کوئی بر ان و اپنا جن سے بے نیاز نہیں ہو سکتا آپ نے بھی ایک وقت اس حیات عارضی کو سلام کہہ کر حیات قدیمی کو اختیار کیا، جیسا کہ اوپر گزرا آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت میں اختلاف ہے اگرچہ اکثر تذکرہ نگار ایک سو تیرہ ہی کا لیتے ہیں لیکن سن وفات میں ایک سو بیاسی پر اتفاق ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے فرمایا

: " کل ما أفتیت بہ فقد رجعت عنہ ألا ماوافق الکتاب والسنۃ"[72] میں نے جن مسائل کے بارے بھی فتوے دیئے ان سے رجوع کیا مگر جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق ہیں ۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کمال احتیاط ہے کہ جو باتیں بھی مجھ سے خلاف شرع اگر غلطی سے صادر ہوئیں یا میں نے اپنی پوری محنت و مشقت کے بعد بھی اگر کسی مسئلہ میں خطاء کی تو میں نے اس سے رجوع کیا امام شمس الدین ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اس طرح کا کلام امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق و سچ کو ماننے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

محمد بن سماعہ نقل کرتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات کے دن فرمایا: "اللھم إنک تعلم أنی لم اجر فی حکم حکمت بہ بین عبادک متعمد او لقد اجتہدت فی الحکم بماوافق کتابک وسنۃ نبیک وکل ما أشکل علی جعلت أبا حنیفۃ بینی وبینک وکان عندی وللہ ممن یعرف امرک ولا یخرج عن الحق وھو یعلمہ" ترجمہ: اے میرے مالک تو خوب جانتا ہے کہ میں نے جان بوجھ کر تیرے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں زیادتی نہیں کی اور میں نے اپنے اجتہاد سے تیری کتاب اور تیرے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کیا اور جس مسئلہ کا مجھے علم نہ تھا میں نے اس میں اپنے استاذ امام اعظم ابو حنیفہ کو واسطہ بنایا اور وہ میرے نزدیک اللہ کی قسم تیرے احکام کو جاننے والے تھے نہ ہی حق کی مخالفت کرتے تھے۔

مولانا فقیر جہلمی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں: جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے خالق سے مناجات شروع کر دیں اور عرض کی اے میرے مالک تو خوب جانتا ہے کہ میں نے ہر واقعہ و حادثہ میں تیری کتاب کی طرف رجوع کیا اگر اس میں جواب نہ پایا تو تیرے نبی ﷺ کی سنت میں غور کیا اگر اس میں بھی

(73) سیر اعلام النبلاء، ج:8، ص:537 – مناقب الامام ابی حنیفۃ واصحابہ، ص:63 – تاریخ بغداد، ج:16، ص:372

جواب نہ ملا تو صحابہ کرام کے اقوال و افعال کو دیکھا اگر اس میں بھی جواب نہ پایا تو میں نے امام اعظم کو واسطہ بنایا اور تو جانتا ہے کہ میرا دل قوی شخص کی طرف مائل نہیں ہوا اگر ایسا ہوا تو مجھے بخش دے۔(73) اس کے علاوہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے وفات سے قبل بے شمار اقوال مروی ہیں جن کا ذکر ہم طوالت کے خوف سے ترک کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجات مزید بلند فرمائے اور ہمیں بھی ان کا وافر فیضان نصیب فرمائے۔ آمین

وفات:

خطیب بغدادی نقل فرماتے ہیں: آپ کی وفات جمعرات کے دن ربیع الثانی میں ایک سو بیاسی ہجری کو ہوئی ظہر کی نماز کے بعد، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا آپ کے تلامذہ و محبین کو بہت صدمہ ہوا کئی شعراء نے مرثیے لکھے ہزاروں لوگ جنازہ مبارک میں شریک ہوئے جو نہ ہوسکے انہیں اس کا بڑا صدمہ ہوا سنئے سیدنا و مولانا معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اور جنت میں آپ کے محل کو دیکھنا:

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمن قواس کو فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ بیمار ہیں تم ان کے گھر جاؤ جب ان کا وصال ہو جائے تو مجھے خبر دینا عبد الرحمن القواس کہتے ہیں میں جا رہا تھا کہ سامنے سے جنازہ آرہا تھا میں نے سوچا اگر ان کو خبر دینے گیا تو جنازہ میں شرکت نہیں کرسکوں گا میں نے جنازہ پڑھ لیا اور واپس آکر جناب معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو حقیقت حال کی خبر دی آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت پریشان ہوئے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، میں نے کہا آپ اتنے کیوں غمگین ہو رہے ہیں تو آپ نے اپنا

---

(74) مولانا مولوی فقیر محمد جہلمی، حدیقۃ الحنفیہ، ص:144، مکتبۃ الربیعہ–کراچی

واقعہ یوں بیان کیا: رات کو مجھے ایک خواب آیا کیا دیکھتا ہوں کہ جنت کے حسین مناظر ہیں اس میں ایک خوبصورت عالی شان محل بھی موجود ہے جس کے دروازے اور پردہ بند ہیں میں نے کہا یہ کس شخص کے لئے ہے ؟ فرمایا گیا: قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے لئے، میں نے کہا ان کو یہ کس بڑی نیکی کی وجہ سے ملا ہے ؟ فرمایا گیا: لوگوں کو بھلائی سیکھانے، اس پر حریص ہونے اور ان کی تکلیفوں کو برداشت کرنے کی وجہ سے ان کو یہ عالی شان محل عطاء کیا گیا ہے۔[74]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پہ اشعار:

1-(یاناعي الفقه الی اهله ان مات یعقوب وما تدري)

2-(لم یمت الفقه ولکنه حول من صدر الی صدر)

3-(ألقاه یعقوب الی یوسف فزال من طیب الی طهر)

4-(فهو مقیم فإذا ماثوی حل وحلن الفقه في القبر)[75]

(1)اے فقہ کے ختم ہونے کی خبر دینے والے ابو یوسف کے وصال پر کیا تو جانتا نہیں ؟

(2)فقہ ختم نہیں ہوئی لیکن ایک سینے سے دوسرے سینے کی طرف منتقل ہوئی ہے

(3)امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بطور وراثت اپنے بیٹے کو دیا ہے تو یہ ایک مبارک ہستی سے ثانی میں منتقل ہوئی ہے

---

(75) مناقب الامام ابی حنیفۃ واصحابہ، ص:71 – تاریخ بغداد، ج:16، ص:376،

(76) الصَّيْمَري اخبار ، حنيفة أبي واصحابه، صفحة:107

(4)وہ قبر میں ہیں ان کے بیٹے فقہ کے ساتھ واپس آ گئے ہیں

ایک فارسی شاعر نے یوں تاریخ وفات رقم کی ہے:

ابو یوسف آں زیب علم و عمل ----فقیہ معظم امام اجل

سعید ازل بود بیشک ازاں ----شدہ سال فوتش سعید ازل182

مفتی احمد نواز قادری عطاری